بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذوق دیدار

زیارت اور اس کا مفہوم

دکتر محمد مہدی رکنی یزدی

مترجم: حجۃ الاسلام سید نصرت حسین رضوی

رکنی یزدی، محمد مہدی، ۱۳۰۹ -

[گزیدہ شوق دیدار: زیارت و دورنمایہ آن. اردو]

ذوق دیدار زیارت اور اس کا مفہوم / محمد مہدی رکنی یزدی؛

مترجم سید نصرت حسین رضوی. _ مشہد: بنیاد پژوھشھای اسلامی.

۱۳۹۰. ۱۸۰ص.

فیپا

اردو

ISBN: 978-964-971-513-1

۱.زیارت - آداب و رسوم. ۲۔زیارتنامہ ھا. ۳.زیارتگاہ ھای اسلامی.

الف.رضوی، سید نصرت حسین، مترجم. ب.بنیاد پژوھشھای اسلامی. ج.عنوان.

BP ۲۶۲ / ۸ر ۹۰۱۴۱۳۹۰ش ۲۹۷/۷۶

کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۲۶۷۶۱۳۸

ذوق دیدار

زیارت اور اس کا مفہوم

دکتر محمد مہدی رکنی یزدی

مترجم: سید نصرت حسین رضوی

ویراستار: دکتر حیدر رضا ضابط

چاپ اول: ۲۰۱۲ / ۱۳۹۱ش. ۲۰۰۰ نسخہ

قیمت: ۲۷۰۰۰ ریال

چاپ و صحافی: مؤسسۂ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی

بنیاد پژوھشھای اسلامی، مشہد: صندوق پستی ۳۶۶-۹۱۷۳۵

www.islamic-rf.ir info@islamic-rf.ir

حق چاپ محفوظ است

فہرست مطالب

پہلا حصہ: زیارت اور اس کے آداب

زیارت..۶

زیارت؛ تاریخی نکتۂ نگاہ سے..........................۸

زیارت کے آداب....................................۲۴

قرآن کریم میں زیارت کے آداب........................۲۶

زیارت کے آداب....................................۳۱

دوسرا حصہ: زیارت احادیث کی روشنی میں

زیارت کا ثواب.....................................۴۲

خانۂ کعبہ کے بعد امام کی زیارت......................۴۹

رسول اکرمؐ کی زیارت اور آپؐ کی ہمسائیگی...............۵۳

توسل اور شفاعت طلب کرنا..........................۵۵

امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب اور ائمہؑ کے قبور کا احیاء..........۶۳

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب اور اس کی اہمیت..............۶۶

گناہوں کی بخشش کی اہمیت میں ایک بحث............................۷۰
امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ذوق..۷۸
امام حسین علیہ السلام کی تربت پاک سے شفا طلب کرنا........................۸۴
امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے سے متعلق بحث............................۸۷
زیارتِ امام رضا علیہ السلام کی فضیلت...۱۰۱
دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کی فضیلت.........................۱۰۸

تیسرا حصہ: زیارتناموں کا مفہوم اور ان کی تحلیل

زیارتناموں کا مفہوم...۱۱۴
تولا و تبرا..۱۴۰
دعا اور زیارت...۱۴۹
دعا کے بارے میں کچھ باتیں...۱۵۱
زیارتناموں کی ادبی اہمیت..۱۶۲
زیارت کی تہذیب کی تصحیح...۱۶۵
کتابنامہ...۱۷۲

پہلا حصہ

زیارت اور اس کے آداب

زیارت

چشم آلوده نظر از رخ جانان دور است
برزخ او نظر از آینۂ پاك انداز (حافظ)

زیارت؛ ذوق کے ساتھ اولیائے خدا اور ائمہ ہدیٰ اور ان کے مشاہدہ کا دیدار کرنا ہے۔ زیارت اماکن متبرکہ میں حاضر ہونا ہے اور عالَم معنی کے رہبروں اور رہنماؤں کے روبرو ہونا جو شوق و ذوق دیدار لئے شہر و دیار کی حرکت کے ساتھ شروع ہوتا ہے؛ ایسی حرکت جو ظاہری طور پر مکانی مگر حقیقت میں دل و جان کی حرکت ہے۔

زیارت

زیارت حجتِ خدا کے ساتھ قلبی رابطہ برقرار کرنا ہے اور امامؑ (۱) کے فیض اور روحانی مرکز میں اپنے آپ کو قرار دینا ہے۔ امام وہ بلند انسان ہے جس کا وجود وسیع ہے جو روحانی چیزوں کو پروردگار سے حاصل کرتا ہے اور مخلوقات پر رحمت وفیض پہنچاتا ہے۔

امامؑ کے حرم میں زائر کے حاضر ہونے سے زیارت حاصل ہوتی ہے لیکن زیارت کی حقیقت جو روحی رابطہ اور ذوق کے ساتھ دیدار کرنا ہے اس وقت محقق ہوتا ہے جب حالی و مقالی (۲) ہو، اس میں راز و نیاز ہو اور یہ حالت اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ امام کی معرفت، ان کی زیارت کی اہمیت اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے روحانی مقامات ومعنوی کمالات کی معرفت حاصل نہ ہو جس کی تشریح کتاب کے آخری حصے میں آئے گی۔

۱۔ اس کتاب میں جہاں بھی ''امام'' کلی طور پر ذکر ہوا ہے؛ پہلے مرحلے میں رسول اکرمؐ اس کے بعد ائمہ معصومینؑ مراد ہیں اس لئے کہ آنحضرتؐ کے بعد منصب امامت وقیادت پر بھی فائز ہیں۔

۲۔ یعنی اُس حالت اور گفتگو کے ساتھ ہو جو آدابِ زیارت میں بیان کیا جائے گا۔

زیارت؛ تاریخی نکتۂ نگاہ سے

زیارت اسلام میں دیرینہ تاریخ رکھتی ہے کیونکہ ہمارے پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں کے قبور کی زیارت کی بنیاد رکھی ہے جس کی تشریح وتوضیح سیرت وحدیث کی کتابوں میں آئی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ زیارت ولولہ وشوق اور رنج وسوگ کے ساتھ ہونا چاہئے یعنی ایمان کا ولولہ، محبوب کی قبر کے دیدار کا شوق، سفر کا رنج اور عزیزوں کی کمی کا سوگ جس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

۱۔ رسول اکرم ﷺ کی اپنی مادر گرامی جناب آمنہ بنت وہب (۱) کی قبر کی زیارت جو فطری تحریک اور قلبی کشش کے ذریعہ انجام پائی ہے، محمد بن سعد نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں اسے نقل کیا ہے: ''واقعۂ حدیبیہ (سنہ ۶ رہجری) میں پیغمبر اکرم ﷺ جناب آمنہ کی قبر پر گئے اور گریہ فرمایا اور خود آپ کی قبر کی مرمت فرمائی۔'' (۲)

۱۔ رسول اکرم ﷺ کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب کی قبر مبارک ''ابواء'' نامی دیہات میں ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ۲۷ رکلومیٹر جحفہ نامی جگہ پر واقع ہے۔ (دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، ابواء، ج ۵)

۲۔ گزشتہ حوالہ: مأخذ: ابواء کے ذیل میں، تاریخ پیامبر اسلامؐ، دوسری طبع، بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۴۴۱ اس حدیث کو شیخ مفید سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ اپنے آخری حج کے بعد جناب آمنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئے اور اپنے بچپن اور یتیمی کی یادوں کو یاد کر کے گریہ فرمایا۔(۱)

۲۔ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، خود گریہ فرمایا اور دوسروں کو بھی رُلایا اور فرمایا: ''اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے میں نے اپنے پرورد گار سے اجازت لی ہے کہ خدا نے مجھے اجازت دی ہے لہٰذا (تم لوگ بھی) قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ قبروں کی زیارت کرنا موت کو یاد دلاتا ہے۔''(۲)

۳۔عباد بن ابی صالح سے منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ ہر سال کی ابتداء میں شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے اُحد (۳) میں آتے تھے اور اس طرح سے ان کی زیارت کرتے تھے: ''**السَّلامُ علیکم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقبیٰ الدَّار.** ''راوی مزید کہتا ہے کہ ابو بکر، عمر اور عثمان بھی اُحد کے شہداء کی زیارت کے لئے جاتے تھے....(۴)

۱۔ دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، ابواء، ج ۵

۲۔ صحیح مسلم بشرح النووی، ج ۴، ص ۴۶

۳۔ اُحُد : شہر مدینہ کے نزدیک ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں ہجرت کے تیسرے سال جنگ ہوئی تھی اور رسول اکرمؐ کے چچا جناب حمزہ ۷۰ رمسلمانوں کے ساتھ اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

۴۔ وفاء الوفا بأخبار دار المصطفیٰ، طبع چہارم، ج ۳، ص ۹۳۲

۴۔بیہقی اور دیگر محدثین نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد میں شہداء کی قبروں کی زیارت کی اس کے بعد فرمایا: ''پروردگارا! تیرا بندہ اور پیغمبر گواہی دیتا ہے کہ یہ حضرات (تیری راہ میں) شہید ہوئے ہیں اور جو شخص ان کی زیارت کرے یا روز قیامت تک انہیں سلام کرے، یہ حضرات اس شخص کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔''(۱)

۵۔امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتیں اور اس کی مرمت کرواتی تھیں اور پتھر کے ذریعہ آپ کی قبر پر نشان لگوایا تھا۔یحییٰ اس حدیث میں اضافہ کرتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کی قبر پر نماز و دعا اور گریہ فرماتی تھیں۔[یہ آپ کی سیرت رہی] اُس وقت تک کہ آپ اِس دار فانی سے رخصت ہو گئیں۔(۲)

۶۔حاکم نے بھی اس حدیث کو حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ جناب فاطمہ زہراؑ ہر جمعہ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبر کی زیارت کرتی تھیں۔(۳) یعنی زیارت کا دن اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۔گزشتہ حوالہ، ج۳،ص۹۳۲۔۹۳۳

۲۔گزشتہ حوالہ، ج۳،ص۹۳۲

۳۔گزشتہ حوالہ، ج۳،ص۹۳۲

۷۔ پیغمبر اکرمؐ کی زیارت کرنے والوں میں سے ایک جناب بلال بن ریاح ہیں جو آنحضرتؐ کے صحابی اور مؤذن ہیں کہ ابن عسا کرنے صحیح سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے اور اس کی علت ایک خواب بتایا ہے جو بلال نے دیکھا تھا: بلال نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا: ''اے بلال! یہ کیسی جفا ہے؟ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم میرے دیدار کو آؤ؟'' بلال ڈرے ہوئے اور غمگین حالت میں بیدار ہوئے، اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شام سے مدینہ کی طرف نکل پڑے، جیسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر پہنچے اپنے چہرے کو قبر سے مس کیا، گریہ کیا اور دردِ دل بیان کیا، یہاں تک کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ان تک پہنچے، بلال نے حسنین علیہما السلام کو گلے سے لگایا اور چومنے لگے۔(۱)

۸۔ تفسیر کشف الاسرار وعدة الابرار میں جس کے مؤلف رشید الدین میبدی ہیں؛ چھٹی صدی میں تالیف کی گئی میں آیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام زیارت کے لئے جناب فاطمہؑ کی قبر پر گئے، گریہ فرمایا اور کہا:

ما لی وقفتُ علیٰ القبور مسلّماً   قبر الحبیب فلم یردّ جوابی...(۲)

۱۔ وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۳۵۶، الغدیر، ج ۵، ص ۱۴۷

۲۔ کشف الاسرار، ج ۱، ص ۶۲۶، اور اس بیت کا ترجمہ اس طرح ہے: مجھے کیا ہو گیا ہے کہ قبروں کی زیارت کے لئے آیا ہوں، اپنے حبیب کی قبر پر سلام کرتا ہوں لیکن اس کا جواب نہیں پا رہا ہوں۔

ہم نے اہل سنت کے قدیمی منابع سے شواہد نقل کئے ہیں جو بتاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں قبروں خصوصاً اولیائے خدا اوران کے رشتہ داروں کی زیارت کرنا دیرینہ سنت ہے جس کا آغاز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اوراس کے بعد آپ ؐ کی دختر گرامی اور آنحضرت ؐ کے اصحاب نے آپ کی پیروی کی اور یہ سنت وسیرت ائمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے سے لیکر علمائے دین حتیٰ آج تک رائج ہے اور یہ کام شیعوں کی طرف سے کوئی نیا آئین نہیں ہے۔ ہاں! شیعہ حضرات نے اس سنت کو زندہ رکھنے اوراس پر عمل کرنے کے معاملہ میں اہل سنت پر سبقت حاصل کی ہے خصوصاً اس طرح کی زیارت جس میں سبط رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مرثیہ خوانی اور عزاداری کی جاتی ہے جو مذہبِ شیعہ کی ترویج وتقویت کا سبب ہے۔

موضوع کی مناسبت سے ہم آنخضرت کی زیارت ابتدائی سالوں میں کس طرح کرتے تھے اشارہ کرتے ہوئے مکمل بحث وتشریح دوسرے حصے میں بیان کریں گے۔

تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب کی زیارت ابتدائی سالوں میں اس طرح ولولہ وانقلاب کے ساتھ تھی اور امویوں کے ظلم وستم پر واضح وروشن تاثیر رکھتی تھی کہ حکومت نے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھا کہ حائرِ حسینی میں زائرین کے ہجوم کو روکیں لہٰذا حکم دیا کہ کربلا کے اطراف میں بہت سی چوکیاں بنوائی جائیں اور ظالم و جابر افراد کو پہرے پر لگا دیا تا کہ لوگوں کو زیارت کے لئے آنے سے روکیں لیکن عشق

حسینؑ، امام حسینؑ کی زیارت کے لئے امام باقر و صادق علیہما السلام کا تشویق و ترغیب کرنا اور شہداء کی خاص تاثیر اتنی زیادہ تھی کہ امام کے چاہنے والے شب کی تاریکی میں زیارت کے لئے جاتے تھے اس کے باوجود بعض افراد گرفتار ہو جاتے اور انہیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔(۱)

اس طرح کے حالات و شرائط سے امام صادق علیہ السلام کی اس حدیث کا حقیقی مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ جب ابن بکیر حاکم اور اس کے جاسوسوں اور ملازموں سے خوفزدہ تھے آپؑ نے فرمایا: ''ابن بکیر! کیا تم دوست نہیں رکھتے کہ خدا تمہیں ہماری راہ میں خوفزدہ دیکھے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ جو شخص ہمارے لئے ڈر کو قبول کرے خدوانداعالم اسے اپنے عرش کے سائے میں پناہ دیتا ہے اور عرشِ الٰہی کے نیچے اس کے ہم سخن (امام) حسین علیہ السلام ہوں اور خدا اُسے قیامت کے خوف سے پناہ دے۔''(۲)

ہاں! سنہ ۶۱ ر ہجری سے جب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی شہادت واقع ہوئی، سنہ ۱۳۲ ر ہجری تک جو بنی امیہ کی ظالم و جابر حکومت ختم ہونے کا سال ہے؛ ۷۱ ر سال تک آپؑ کے زائروں کے ساتھ بہت زیادہ خراب سلوک کیا جاتا تھا اور ان کے لئے طرح

۱۔ تاریخ کربلا و حائر حسینؑ، ص ۶۰۔۶۱ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۲۔ کامل الزیارات، ص ۱۲۶

طرح سے موانع ایجاد کئے جاتے تھے، اس کے باوجود مسلمانوں کا ایمان وعقیدہ اور سید الشہداءؑ کی زیارت کے لئے ائمہ معصومین علیہم السلام کی تشویق وترغیب اوران کی زیارت کی اہمیت وثواب وہ چیزیں تھیں جو زیارت کی سنت (خصوصاً سید الشہداءؑ کی زیارت) کو شیعوں کے درمیان قائم ودائم رکھا اور آپ کے چاہنے والے پا پیادہ اور رات کی تاریکی میں، چھپ چھپ کے، ڈرتے ہوئے، تنہا واجتماع کے ساتھ حائر حسینیؑ کے دیدار کا شوق لئے ہوئے حرکت کرتے تھے اور حقیقی زیارت جو امام کے ساتھ قلبی رابطہ اور امام کی عملی پیروی کرنا ہے؛ انجام دیتے تھے۔

ایک شبہہ کا جواب

زیارت کے معنی اور تاریخی ادوار کے بہترین نمونوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کم فکر و بے اطلاع، خرافاتی فکروں والے افراد اس ذوق وولولہ کے دیدار کو مُردوں کی عبادت کرنا جانتے ہیں اور یہ تہمت لگاتے ہیں کہ یہ بدعت اور جاہلانہ کام ہے، اس سے غفلت کرتے ہوئے کہ انسان کی حیات اجزائے بدن کے بکھر جانے سے ختم نہیں ہوتی!

موت ایسی دنیا میں قدم رکھنے کا دروازہ ہے جس میں حقیقی زندگی ہے۔(۱) موت

۱۔سورۂ عنکبوت کی ۶۴ ویں آیت میں پڑھتے ہیں: ﴿وَ اِنَّ الدَّارَ الآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيوان لَوْ كانوا يَعْلَمُون﴾ اور بیشک آخرت کا گھر ہمیشہ کی زندگی کا مرکز ہے اگر یہ لوگ کچھ جانتے اور سمجھتے ہوں۔

انسان کے لئے نابود ہونا نہیں بلکہ تحول وتبدل ہے۔ایک طرف سے غروب اور دوسری طرف سے طلوع ہونا ہے....انسان صرف موت نہیں رکھتا۔موت ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کو کہتے ہیں جس طرح سے ہر تبدیلی وتحول میں نسبی فنا پائی جاتی ہے...۔(۱)

موت قرآن کی نظر میں قبضہ کرنے کے معنی میں ہے یعنی انسان موت کے وقت اپنی تمام شخصیت وحقیقت کے ساتھ الٰہی کارگزاروں کے قبضے میں آجاتا ہے۔(۲) وہ کارگزار انسان کو پالیتے ہیں۔(۳)

اِس منطق سے۔ جو دنیا کے تمام دیندار کا عقیدہ ہے۔ زیارت؛ مُردوں کی عبادت کرنا نہیں بلکہ دل کی نگاہوں سے زندہ کا دیدار کرنا ہے اور اس کے ساتھ روحی رابطہ برقرار کرنا ہے جس کی زیارت کرنے کے لئے گئے ہیں۔

روح یا نفس کی بقا کے بارے میں فلسفی وعلمی دلائل کے علاوہ ہر شخص اپنی طبیعت وفطرت کے ذریعہ یہ جان سکتا ہے کہ اس کا ''میں'' جو انسان کی شخصیت سے وابستہ ہے، غیر جسمانی

۱۔عدل الٰہی، شہید مطہریؒ، ص۱۲

۲۔قرآن میں روح کو قبض کرنے کے لئے ''توفّی'' کا کلمہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا اور کتاب کے دانشور مؤلف نے بھی اسی کلمہ سے استدلال پیش کیا ہے۔

۳۔زندگی جاوید یا حیات اخروی، مرتضیٰ مطہریؒ، ص۱۱

وغیر مادی چیز ہے جواس کی پوری زندگی میں ثابت اور ہماری شخصیت کوتشکیل دیتا ہےاور یہی جزء ہمارے وجود میں سے ہے جومرنے اور بدن کےختم ہوجانے کے بعدبھی جاوداں رہتا ہے، جواس نے اچھےاور بُرے اعمال انجام دیئے ہیں اوراس کا ملکہ(۱) بن گئے ہیں۔

یہ بحثیں کتاب کے اصلی موضوع سے خارج ہیں لہٰذا اسی پر اکتفاء کرتے ہیں کہ یہ شبہہ کرنے والے کے غیر مسلم و بےعقیدہ ہونے کی طرف پلٹتا ہے جودارآخرت اورروح جاوداں کا منکر ہےاوراسے چاہئے کہ اس بارے میں جستجو وتحقیق کرےلیکن قرآن کریم کی صراحت اور ہرمسلمان کے عقیدے کے مطابق جوافرادراہ خدا میں قتل ہوگئے وہ مُردہ اورنابودنہیں ہوئے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور خدا کی طرف سے خاص رحمت وعنایت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ (۲)

پس نہ صرف ائمہ ہدیٰ اوراولیائے خدا بلکہ شہداء بھی زندہ ہیں اورخدا کی نعمتوں سے

۱۔ملکہ:نفس کی مضبوط اورراسخ صفت (اقرب الموارد:ایسی عادت وصفت جس کا انسان مالک ہوگیا ہواوراس کی طبیعت بن گئی ہو، یہی ملکات ہیں جودنیوی زندگی میں انسانی وجود کا سرمایہ ہیں اور آخرت میں اس کے لئےمجسم ہوجائیں گےاوراسےخوش یاناخوش اوراس کے لئے بہشت وجہنم کوفراہم کریں گے۔

۲۔سورۂ آل عمران،آیت۱۶۹۔۱۷۰﴿و لا تَحسَبَنَّ الَّذينَ قُتِلُوا فِي سَبيلِ اللّٰهِ أَمواتاً بَلْ اَحْياءٌ عندَ رَبِّهِم يُرْزَقُونَ. فَرِحينَ بِمَا آتاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ....﴾

استفادہ کرتے ہیں اور جو لوگ ان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان پر اپنی نظر کرم اور احسان کرتے ہیں۔

زیارت کا وسیع مفہوم

اس یقین کے ساتھ کہ روح ابدی ہے اور موت و نابودی جسم پر طاری ہوتی ہے اور فوت شدہ افراد خصوصاً انبیاء، ائمہ معصومین اور شہداء کی مقدس ارواح لہٰذا جو حضرات ان کی قبروں پر حاضر ہوتے ہیں اور ان پر جو خیرات ہوتی ہے، اس سے باخبر ہیں، مومنین خصوصاً معصومینؑ کی قبور کی زیارت کے لئے جانے کی تاکید ہوئی ہے کیونکہ ان کی زیارت کرنا عبرت و نصیحت کا باعث بھی ہے۔ اس کے علاوہ جس طرح سے دینی رہنماؤں اور علماء کی ان کی زندگی میں احترام کیا جاتا ہے اسی طرح ہمیں چاہئے کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مرقد و مدفن (۱) پر جا کر ان کی روح اور شخصیت کا احترام کریں، جو خدمتیں انہیں انجام دی ہیں ان کا شکریہ ادا کریں؛ یہی وہ محرک ہے جو تمام قدیم و جدید ملتوں میں پایا جاتا ہے اور زیارت کی وسیع فضا کو دنیا میں اور تمام ملکوں میں عبادتگاہوں اور زیارتگاہوں کو وجود میں لانا ہے۔ (۲)

۱۔ محل دفن و قبر

۲۔ اس بارے میں رجوع فرمائیں: ''دائرۃ المعارف دین و اخلاق'' ان مشخصات کے ساتھ:

Encyclopedia of Religion and Ethics, Edited by James Hasting Vol 10

زیارت قبور اور روح پر اس کی تاثیر

انسان اپنی آنکھ اور کان کے ذریعہ اپنے سے باہر کی دنیا سے رابطہ قائم کرتا ہے اور جو بھی دیکھتا یا سنتا ہے اس کا ایک مناسب اثر اس کی روح پر پڑتا ہے جو فطرتاً اس کے اندر کسی کام کے لئے رغبت یا نفرت کو ابھارتا ہے۔ اس فطری حالت پر توجہ کرتے ہوئے اسلام جو ایک تربیتی مکتب ہے انسانی روح سے غفلت کو دور کرنے اور مادیات وخود بینی میں غرق ہونے سے روکتا ہے، قبرستان میں جانا اور مسلمانوں کی قبروں پر حاضر ہونا ایک پسندیدہ سنت اور مستحب عمل ہے اس لئے کہ یہ سرائے جاوداں کی طرف توجہ پیدا کرنے، دنیوی اشیاء(۱) سے دل نہ لگانے اور اچھے کاموں کی تشویق پر گہری تاثیر رکھتا ہے۔

ان لوگوں کی جاودانی آرامگاہ کا مشاہدہ کرتے ہوئے جنہوں نے دنیا میں معیشت کے لئے کوشش کی اور اپنے شخصی مفاد میں لگے رہے، ایسا کونسا شخص ہے جس پر دنیا کی محبت سرد نہ ہوئی ہو اور زندگی میں اس کے حرکت کرنے کی جہت تبدیل نہ ہوئی ہو؟ کونسا ایسا کان ہے جو اہل قبور زبانوں کی فریاد کو نہ سنے؟

کونسی ایسی آنکھ ہے جو اہل قبور کے ساکت وسکون شور وغل کو نہ دیکھتا ہو؟ کہاں ہے وہ جلال وجمال؟ کہاں ہے وہ قدرت وشان وشوکت؟...

۱۔ جس کا ظاہر آراستہ اور فریب دینے والا ہوتا ہے۔

یہ آگاہی بیدار مسلمانوں کی قبروں اور قبرستان کی زیارت کلی طور پر ہے لیکن ان اہم فائدوں میں انبیاء وائمہ معصومین علیہم السلام کی مرقد مطہر کی زیارت سے جو آثار عائد ہوتے ہیں ان میں اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی قبر مبارک پر رحمتِ خدا کا نزول ہوتا ہے اور ان مقدس ارواح کے ساتھ جو زندہ وحاضر اور زائر کے حال سے آگاہ ہیں؛ قلبی رابطہ کا برقرار کرنا ہے۔

امامؑ کی زیارتگاہ عبادت ومعرفت کی جگہ ہے

اگرچہ مکانات حقیقتاً برابر ہیں لیکن نسبت کے ذریعہ جو خدا کے ساتھ دی جاتی ہے (جیسے مسجد کو خدا کا گھر اور کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں) مقدس اور محترم ہوجاتے ہیں۔ اسی بنا پر مکّۂ معظّمہ اور مساجد کے علاوہ ہمارے رسولؐ کا گھر اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے حرم بھی حیات وممات میں نسبت کے لحاظ سے شریف اور محترم ہیں، ملائکہ اور رحمتِ پروردگار کے نزول کی جگہ ہیں خصوصاً خدا کی عبادت، حمد وثناء اور معرفت حاصل کرنے کی جگہ ہیں۔

درحقیقت دینی رہنماؤں کے مرقد اس آیت کے مکمل مصداق ہیں: ''فی بیوتٍ أذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فیھا اسْمُہ... ''ان گھروں کو خدا نے اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان (مساجد) میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے

کہ ان گھروں میں صبح وشام اس کی تسبیح کرنے والے ہیں وہ مرد جنہیں کاروبار یا دیگر امور زندگی مثلاً خرید وفروخت، ذکر خدا، قیام نماز، ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرسکتی....۔(۱)

جلال الدین سیوطی (اہل سنت کے بزرگ عالم) اپنی تفسیر الدر المنثور میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا یہ کونسے گھر ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: انبیاء کے گھر، اس کے بعد ابوبکر اٹھے اور کہا: یا رسول اللہؐ! کیا ان میں سے ایک گھر علیؑ و فاطمہؑ کا بھی ہے؟ فرمایا: ہاں ان میں سے بہترین گھر انہی کے ہیں۔(۲)

لہٰذا پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے زائر کو چاہیئے کہ ان کی زیارتگاہوں کا احترام بجالائے، زیارت کے آداب کی رعایت کرے، ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کی نعمت کا شکر ادا کرے اور ان کی محبت ومعرفت حاصل کرے۔

۱۔سورۂ نور، آیت ۳۶۔۳۷، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادیؒ۔

۲۔رجوع فرمائیں: المیزان فی تفسیر القرآن (ترجمہ)، مذکورہ روایت شیعہ تفاسیر میں بھی نقل ہوئی ہے۔

زیارتگاہ؛ ہر ایک شہر کا مرکز

جیسا کہ کعبۂ معظّمہ خشک اور لوگوں سے خالی سرزمین پر تعمیر کیا گیا اور توحید و یکتا پرستی (۱) کی پہلی عبادتگاہ تھا انسان، خدا کے ارادے سے جس کی طرف آیا اور یہ ایک اہم شہر ہو گیا، آخر کار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت اور حق کا سرچشمہ قرار پایا، رفتہ رفتہ بین الاقوامی، عبادتی اور اقتصادی شہر میں تبدیل ہو گیا، اسی طرح بہت سے شہر وجود میں آئے جیسے مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور قم جو ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ زمین کے مبارک خطے اپنے اطراف میں رحمت و برکت رکھتے ہیں؛ جو گاؤں یا چھوٹے چھوٹے شہر کو ایک بڑے شہر کی شکل میں ایک عظیم اجتماع کے ساتھ وجود میں لاتے ہیں کہ اس میں سے کئی رہنے والے وہ افراد ہیں جو پہلی بار زیارت کے لئے آئے اور ان کی حاجت پوری ہو گئی یہاں تک کہ اپنے دیار کو چھوڑ کر جوارِ امام کو انتخاب کر لیا۔ ظاہر ہے کہ لوگوں کی زیارتی اور رفت و آمد (جو امامؑ کی معنوی جذّابیت کی بنا پر ہے) زیارتی شہر کا وسیع ہونا؛ گھر، ہوٹل، سوپر مارکیٹ، مسجد، مدرسہ، اسپتال اور زندگی کی دوسری ضروریات وسہولیات کو فراہم کرتا ہے کہ امامؑ کا حرم مطہر، شہر اور اس کے آباد ہونے کا مرکز ہے۔ زیارت اور زیارتگاہوں کا مادّی و

۱۔ پہلا گھر جو روئے زمین پر لوگوں کی [عبادت کے لئے] تعمیر ہوا یہی خانۂ کعبہ ہے جس میں دنیا و آخرت والوں کے لئے برکت و ہدایت ہے۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۹۶، ترجمہ کشف الاسرار)

دنیوی فائدہ قارئین کی توجہ کے پیش نظر ہے، اس کے علاوہ معنوی اور روحانی آثار بھی رکھتے ہیں جس میں سے ایک نمونہ ''مشہد امام رضاؑ'' ہے:

دورِ حاضر کا یہ شہر مشہد جس کا پہلا نام مشہد الرضاؑ (۱) تھا جو آنحضرت کی جائے شہادت ہے، وسیع وعریض صوبۂ خراسان کا مرکزی شہر ہے اور اس شہر کی آبادی ۲۰/لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ بڑا اور آباد شہر تیسری صدی ہجری کے آغاز میں ''سناباذ'' نامی گاؤں کی حیثیت کا حامل تھا جس کا حاکم (حُمید بن قحطبہ) اس میں رہتا تھا۔ امام رضاعلیہ السلام کی شہادت کے بعد آخر صفر سال ۲۰۳/ہجری میں مامون عباسی کے حکم سے امام رضا علیہ السلام کو اس باغ میں ایک جگہ (جہاں مامون کا باپ ہارون الرشید دفن تھا) احترام کے ساتھ دفن کیا گیا۔

۱۔ نمونہ کے طور پر شیخ صدوقؒ (محمد بن علی بن حسین بن بابویہ متوفی ۳۸۱ق) نے اپنی کتاب عیون اخبار الرضا (جلد۲، صفحہ۲۸۳پر) آپ کے مدفن کو ''مشہد'' سے تعبیر کیا ہے یعنی محل شہادت اسی طرح ابوالفضل بیہقی (متوفی ۴۷۰ق) اپنی تاریخ میں دو جگہ پر ''مشہد علی بن موسیٰ الرضا'' کی تعبیر کو استعمال میں لایا ہے اور یاد دہانی کی ہے کہ بہت سے بزرگ افراد نے حرم مطہر کے لئے خرچ کیا یا وہیں پر دفن ہوئے۔ (تاریخ بیہقی، انتشارات دانشکدۂ ادبیات مشہد، طبع دوم، ۵۳۱، ۷۱۲)

زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ عباسی حکومت پر زوال آ گیا اور آل علیؑ کی حکومت کا ستارہ چمکا، حرم امام رضا علیہ السلام میں کرامات (۱) رونما ہونے لگے کہ لوگوں کے دل پہلے سے زیادہ سے زیادہ فرزند پیغمبرؐ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے نتیجتاً مال وملکیت ان پر وقف کیا گیا اور روضۂ منورہ کی توسیع شروع کر دی گئی اور نہ صرف مشہد کا نام سناباد، نوغان اور طوس پر غالب آ گیا بلکہ مشہد الرضاؑ اتنا بڑا شہر ہو گیا کہ نوغان اس شہر کا ایک محلّہ اور سناباد ایک سڑک ہوگئی اور آٹھویں امام کا طلائی (سونے کا) گنبد اس شہر کا بلند ترین مرکز اور دوسری عمارتیں اس کی تحت الشعاع قرار پائی ہیں۔

امام رضاؑ کے معنوی وعلمی اشراقات، زمانے کے حوادث اور اس سے بڑھ کر مشیّت الٰہی یہی تھی کہ صدفِ امامت کا آٹھواں گوہر، مدینہ (یعنی اپنی جائے ولادت) سے دور مدفون اور آپؑ کا حرم خراسان کی سرزمین پر شیعوں کی پناہ گاہ ہوگئی ہے تاکہ اہل بیتِ پیغمبرؐ کے چاہنے والے پوری دنیا سے مشہد الرضاؑ کی طرف سفر کریں اور اس مہربان امام کی زیارت سے فیض حاصل کر سکیں۔

۱۔ کرامت: غیر معمولی عمل جو الٰہی امام وولی کے ذریعہ انجام پاتا ہے جس طرح سے کہ نقل ہوا ہے امام رضاؑ نے اپنے دفن ہونے کی جگہ کی خبر دی تھی۔ (عیون اخبار الرضا، تصحیح سید مہدی حسینی لاجوردی، ج۲، ص۲۲۶)

زیارت کے آداب

از خـــدا جـــوییـــم تـــوفیـــق ادب

بی ادب محروم ماند از لطف رب

ادب یعنی ہر چیز کی حد کی حفاظت اور بہترین معاشرت ہے، انسان کے خصوصی صفات خصوصاً وہ انسان جو تربیت شدہ اور سمجھدار ہے۔

واضح ہے کہ احترام کی رعایت وآداب میں معاشرتی، علمی و دینی بزرگوں کو فوقیت و اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ ان کا احترام کرنا حقیقتاً علم، معرفت اور خدا کے دین کا اکرام و احترام کرنا ہے۔

اسی بنا پر عقلی و اخلاقی اصل یہ ہے کہ اجتماعی آداب وجود میں آئیں، دنیا کی تمام اقوام میں مذہبی سنّتیں وضع ہوں اور دینی، ملّی و قومی رسومات اُن علماء ودانشوروں کے لئے قرار پائیں۔

لہٰذا۔ اگر چاہتے ہیں کہ زیارت بہترین صورت میں انجام پائے تو چاہئے کہ اس کے کچھ آداب وشرائط ہوں تا کہ اس سے معنوی فوائد حاصل ہوں اور عبث کام میں تبدیل نہ ہونے پائے۔

جو چیزیں اس کتاب میں نقل کی گئی ہیں؛ وہ آداب ودستورالعمل ہیں جو معتبر کتابوں سے جمع ہوئے ہیں، درحقیقت یہ زائر کا ادب ہے جو اپنے (مزور =جس کی زیارت کی جائے) مولا کی زیارت میں ادب بجالا رہا ہے جو ہمارے دینی رہنماؤں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں اوران تمام فوائد کو رکھتا ہے جس کے استفادہ کے لئے ان آداب کا جاننا اور عملی طور پر انجام دینا ضروری ہے ورنہ زیارت ایک بے جان عمل اور رسم و رواج میں تبدیل ہوجائے گی یا صرف درودیوار کو دیکھنا ہوگا اور کچھ نہیں!!

قرآن کریم میں زیارت کے آداب

قارئین کرام کے مزید معلومات کے لئے جو رہنماؤں کے حضور میں ادب کی رعایت کے بارے میں قرآن کریم میں بھی صراحت سے بیان ہوا ہے، چند آیات کو جو سنت وادب کا ضامن ہے پیش کریں گے۔

البتہ اس حقیقی عقیدے پر انبیاءؑ، شہداءؑ بلکہ انسان کی موت؛ نابودی اور ختم ہونے کے معنی میں نہیں، ان آداب کو بجالانے کے لئے ان کی قبر مطہر پر چاہے ان کی حیات میں ہو یا ممات میں، اس طرح واضح ہوتی ہے:

۱. ﴿فَاخلَع نَعلَیکَ اِنَّکَ بِالوَادِ المُقَدَّسِ طُوىً.﴾(۱)

[اے موسیٰ] اپنی جوتیوں کو اتار دو کہ تم طویٰ کی مقدس اور پاکیزہ وادی میں ہو۔

اس آیۂ کریمہ کے مطابق خدا کے بزرگ پیغمبر حضرت موسیٰ اس بات پر مأمور ہیں کہ اُس جگہ جہاں خدائی آواز اور وحی کے نزول کی جگہ ہے، اپنے پیروں سے نعلین اتار کر پابرہنہ داخل ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایک عام انسان کو بدرجۂ اولیٰ چاہئے کہ اپنے جوتوں اور مادی ارتباط کو دور کرے اور تواضع وانکساری کے ساتھ ان مقدس حرم میں داخل ہو۔

۱۔ سورۂ طہ/۱۲

۲ . ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّا أَنْ يُؤذَنَ لَكُمْ.﴾(۱)

اے ایمان والو خبردار پیغمبرؐ کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے۔

مذکورہ آیت مومنین کو بغیر اجازت پیغمبر کے گھروں (۲) میں داخل ہونے سے منع کرر ہی ہے، اس بات پر توجہ رکھتے ہوئے کہ وہ جاودانی زندگی رکھتے ہیں، اُن کے حرم میں داخل ہونے کے لئے ادب کی رعایت اوراذن دخول پڑھنا؛ اُسی طرح ضروری ہے جس طرح ان کے گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔

۳. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُم فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لا تَجْهَرُوا لَهُ بِالقولِ كَجَهرِ بعضِكُم لِبعضٍ.﴾ (۳)

اے ایمان والو خبردار اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرنا اوران کے ساتھ اس طرح سے بلند آواز میں بات بھی نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

یہ آیت ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ادب کے ساتھ اور نرم لہجے میں گفتگو کرنے کا حکم دیتی ہے جوخود ایک طرح سے مخاطب کا احترام واکرام کرنا ہے اسی وجہ سے

۱۔احزاب/۵۳ ۲۔گھر سے مراد کمرہ ہے۔

۳۔حجرات/۲

کہا گیا ہے کہ زیارتنامہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہئے۔

۴. ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ ملائِکَتهُ یُصَلُّونَ علیٰ النَّبی یا أَیُّها الَّذینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلیهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِیماً.﴾ (۱)

بیشک خدا اوراس کے ملائکہ پیغمبرؐ پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبانِ ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو۔

صلوات کا بہترین موقع

ایک نکتہ قابل توجہ ہے چونکہ خالق کائنات کا فیض قائم ودائم ہے، اسی طرح نبی اکرمؐ پر درود وسلام بھی قائم ودائم ہے جو خدا کی بہترین مخلوق ہیں (۲) اور ''یُصَلُّونَ'' فعل مضارع کا صیغہ بھی یہی بتاتا ہے کہ مومنین کا نبی اکرمؐ پر درود وسلام دائم رہنا چاہئے جو پروردگار کے عمل کی پیروی کرنا ہے اور ایسا حکم ہے جو آیت میں ذکر ہوا ہے نیز قابل تعریف ہے۔

اسی بنا پر معصومین کی زیارتیں جو ان کے حرم میں پڑھی جاتی ہیں اور جس کے ابتدائی کلمات ''اَلسَّلامُ عَلَیک'' سے شروع ہوتے ہیں، درحقیقت آیت قرآن کا حکم اوراس کا مصداق ہیں لہٰذا زیارتنامہ کا پڑھنا نہ صرف دین میں بدعت نہیں بلکہ خداوند عالم کے حکم کی تعمیل اور قرآنی آیت کے مطابق عمل کرنا ہے۔

۱۔احزاب/۵۶

۲۔اس لئے کہ یہ بات عقلی طور پر صحیح نہیں کہ فیاض مطلق اپنے مطیع بندے کے لئے اپنے فیض و کرم کو ختم کردے۔

دوسرا نکتہ یہ کہ ان احادیث کے مطابق جو شیعہ و اہل سنت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں، (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجتے وقت ان کی آل (۲) کو بھی اس میں شریک کرنا چاہئے یعنی شیعوں کے بارہ امام جو معصوم اور منصوص (۳) ہیں۔

۱۔ ان احادیث کو دیکھنے کے لئے مختلف تفاسیر کی طرف رجوع فرمائیں مثلاً: المیزان، ج۱۶، ص۳۶۶، مجمع البیان، ج۸، ص۳۶۹۔

یہ ہے اس حدیث کا ترجمہ جسے تفسیر المیزان میں سیوطی کی کتاب ''الدر المنثور'' سے نقل کیا گیا ہے اور مجمع البیان کے مؤلف نے اسی حدیث کو دوسری اسناد کے ساتھ شیعہ طریقہ سے نقل کیا ہے:

کعب بن عجرہ کہتا ہے: [جب آیۂ صلوات نازل ہوئی] ایک شخص نے کہا اے خدا کے رسولؐ! آپ پر سلام بھیجنا تو ہم نے سمجھ لیا مگر آپ کی آل پر کس طرح صلوات بھیجیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اس طرح کہو: ''اللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمّد و آلِ محمّد کَمَا صَلَّیتَ علیٰ اِبراھیمَ و آل اِبراھیمَ اِنَّکَ حَمیدٌ مَجید.''

۲۔ آل الرجل: اھلہ، آل یعنی نسل و خاندان ہے۔

۳۔ منصوص: تعیین شدہ، ثابت شدہ (آیات و روایات کے مطابق)

جیسا کہ روشن ہے مذکورہ آیت دینی رہنماؤں اور الٰہی حجتوں کی خدمت میں اہم ترین ادب ہے جو کہ ان پر سلام وصلوات اور ان کے لئے خدا سے رحمت طلب کرنا ہے، جو یہ بیان کرتی ہے چونکہ ان کی ملکوتی ارواح اور مقدس نفوس ہمیشہ زندہ وحاضر اور خدا کی لامتناہی رحمت حاصل کرتی ہیں اسی طرح ان کے مرقد مطہر بھی بہترین مکان اور ان کی مأثورہ زیارتیں اپنی تعبیر و بیان کے لحاظ سے ان کے احترام واکرام بجالانے کے لئے ہیں۔

زیارت کے آداب

اب ہم معصومین علیہم السلام کی زیارت کے اہم آداب جنہیں ان کے مزار میں رعایت کرنا چاہیئے اور ہمارے محدثین نے اپنی کتابوں کے مقدمہ میں ان زیارتوں کو نقل کیا ہے (۱) بیان کریں گے:

۱۔ باوضو و باغسل ہونا: اسلام کی فقہی کتابوں کے عبادت کے باب میں یہ کلی نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اس حنیف مذہب میں پہلے طہارت اور اس کے بعد عبادت ہے۔ یہ طہارت؛ بدن کی نجاستوں سے پاک ہونے جو وضو یا غسل کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ (معلوم ہے کہ) ظاہری اعمال انسان کی روح میں ایک خاص تاثیر رکھتے ہیں، ظاہری طہارت جو قربت کی نیت سے ہو اور بدن کی بدبو سے پاک ہونے کے علاوہ باطنی اور قلبی طہارت میں بھی تأثیر رکھتی ہے اور مقدس شخصیتوں کے دیدار اور ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے انسان کو ایک روحی آمادگی بخشتی ہے۔

۱۔ کتاب مفاتیح الجنان سے نقل شدہ جس کے مؤلف محدث متقی شیخ عباس قمی ہیں جسے زیارت کے مقدمہ (کتاب کے تیسرے باب میں) ذکر کیا ہے۔

۲۔ پاکیزہ اور نیا لباس پہننا: بہتر ہے سفید لباس پہننے اور عطر لگائے سوائے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے۔

۳۔ بیہودہ باتیں ترک کرے، مجادلہ اور بے جا بحث ومباحثہ سے پرہیز کرے۔

۴۔ روضۂ مقدسہ پر جاتے وقت وقار و آرام کے ساتھ قدم بڑھائے، انکساری کے ساتھ اپنے سر کو جھکا کر چلے اور اپنے اطراف میں توجہ نہ دے تا کہ اس کے حواس و قلبی موجودگی اپنے اندر حاصل کرلے۔

۵۔ زبان کو حقائق کائنات کی تسبیح وحمد وثنا اور دل کو عظمتِ الٰہی میں مشغول رکھے اور اسی طرح محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کے ساتھ ساتھ ان کی امامت وہدایت کے حق کی تعریف کرے۔

۶۔ حرم میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا: جیسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امامؑ کے حرم پر پہنچے کھڑے ہوکر اذنِ دخول پڑھے یعنی حرم میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرے جیسا کہ خداوند عالم کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! پیغمبر کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے۔''(۱) بہتر ہے کہ زائر اذنِ دخول کے معنی کو جانے اور چاہئے کہ اسے سمجھنے کے بعد الٰہی نمائندوں کے روحانی مقامات ومعنوی عظمت کو یاد کرے۔

۱۔ سورۂ احزاب/۵۳

۷۔ امامؑ کی ضریح اقدس یا حرم مطہر کے دروازے پر بوسہ دینا اور ہاتھ رکھنے کے سلسلے میں یہ توضیح دینا ضروری ہے کہ اسلام ایک فطری دین ہے اور اس کے احکام انسان کے عواطف و عقل سے سازگار ہیں۔ ظاہر ہے کہ دوست، احباب یا جو ہماری نظر میں محترم ہیں اس کی ایک راہ؛ اس کی تصویر یا اس سے منسوب چیزوں کو بوسہ دینا ہے لہٰذا اماکن مقدسہ کے در و دیوار کا تبرک یا پیغمبرؐ و امامؑ سے عشق کی نیت سے بوسہ دینا طبیعی عمل ہے اور خداوند عالم کے منتخب بندوں سے احترام و محبت کی علامت ہے۔

درحقیقت چونکہ زائر اپنے عزیز و کریم امامؑ کی زیارت کے شوق میں اپنے آپ کو ان کے حرم مطہر میں لاتا ہے اور ان تک نہیں پہنچ پاتا لہٰذا جو چیزیں امامؑ سے منسوب ہیں اپنے عشق کی آگ کو فروزاں اور اندرونی خلش کو آرام بخشتا ہے۔ پس وہ افراد محبت کی معرفت و حالت سے کتنے دور ہیں جو اس طرح کے احترام کو جائز نہیں سمجھتے حالانکہ خود وہ افراد اپنے سفر کرنے والے بیٹے کی تصویر چومتے اور اس کے کپڑے کو سونگھتے ہیں یا اپنے دوستوں کی یادگار چیزوں کا احترام کرتے ہیں!

جو چیزیں بیان ہوئیں ان کے علاوہ ابن حجر (اہل سنت کے عالم) کی بنا پر ''بعض علماء نے حجر الأسود کو بوسہ دینے پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وہ چیز جو تعظیم و تکریم کی مستحق ہے چاہے وہ انسان ہو یا غیر انسان ہو؛ جائز جانا ہے۔''(۱)

۱۔ الغدیر، ج۵، ص۱۵۳

بہر حال سجدہ (زمین پر پیشانی رکھنے) کے علاوہ جو خداوند عالم سے مخصوص ہے اور خدا کے علاوہ کسی کے لئے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، دوسرے احترامات کی رعایت کرنا ادب کی شرط اور پسندیدہ عمل ہے۔

۸۔ جیسے ہی قبر مبارک کو دیکھے زیارت کو پڑھنے سے پہلے تکبیر کہے اور خداوند عالم کی بزرگی کو یاد کرے جیسا کہ ہمارے بعض علماء نے یاد دہانی کی ہے، ظاہراً زیارت پڑھنے سے پہلے تکبیر کہنے کی حکمت یہ ہو کہ مبالغہ(۱) کی حالت پیدا ہونے یا خداوند عالم کی عظمت سے غفلت کرنے سے روکتی ہے۔

۹۔ عام طور پر لوگوں کا حقیقی اسلامی سنّتوں اور آداب سے غافل ہونے سے یہ فکر (ان کے ذہنوں میں) پیدا ہوتی ہے کہ زیارت یعنی ضریح کے اطراف چکّر لگانا، اسے لمس کرنا اور بوسہ لینا ہے اور اگر ازدحام کی وجہ سے انہوں نے اس کام کو انجام نہ دیا تو اپنی زیارت کو ناقص سمجھتے ہیں اور غمزدہ ہو جاتے ہیں حالانکہ زیارت حجتِ خدا کے نزدیک زائر کے حاضر ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

۱۔ مبالغہ: کسی شخص کی پسندیدہ (یا ناپسند) صفات کو اس طرح سے بیان کرنا کہ ذہن سے دور ہو اور اس طرح سے اس کی بزرگی (یا بدی) کو بیان کرنا ہے۔

درحقیقت وہی امامؑ کی طرف قلبی توجہ، احترام کا اظہار کرنا، سلام کرنا اور ان کے ساتھ قلبی رابطہ برقرار کرنا اصل زیارت ہے اور زیارتناموں کو پڑھنا معرفت کی زیادتی اور اس حالت کو ایجاد کرتی ہے۔

اسی بنا پر ضریح مطہر کے اطراف میں چکر لگانا اور ہاتھوں کو ملنا اگرچہ خلوت میں مطلوب ہے لیکن اسے ترک کرنے سے اصل زیارت پر کوئی خلل واقع نہیں ہوتی خصوصاً بزرگ علماء جیسے علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے ضریح کے اطراف طواف کرنے کو محل تأمل جانا ہے۔

۱۰۔ اگر ضعف و ناتوانی اور پیر میں درد نہ ہو تو زیارت کو کھڑے ہو کر پڑھے۔

۱۱۔ زیارت پڑھتے وقت پشت بہ قبلہ اور قبر مطہر کے سامنے کھڑا ہو اور جب زیارت سے فارغ ہو جائے تو اپنے چہرہ کو ضریح پر رکھے اور تضرع و دعا کرے اس کے بعد سر مبارک کی طرف جائے اور رو بہ قبلہ کھڑے ہو کر دعا کرے۔

۱۲۔ مأثورہ اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے نقل شدہ زیارتوں کو پڑھے اور جعلی عبارات پڑھنے سے پرہیز کرے۔

۱۳۔ زیارت پڑھتے وقت اپنی آواز بلند نہ کرے جیسا کہ اس سے مربوط آیت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

۱۴۔ دو رکعت نماز، زیارت کی نیت سے پڑھے اور بہتر ہے کہ ضریح اقدس کے سرہانے اس نماز کو بجالائے۔(۱)

۱۵۔ نماز کے بعد وارد شدہ دعاؤں کو پڑھے یا خداوند عالم سے اپنے لئے اور اپنے دوست واحباب کے لئے دعا کرے۔

۱۶۔ قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب امامؑ کی مقدس روح کو ہدیہ کرے۔ علامہ مجلسیؒ نے اپنی کتاب ''تحفۃ الزائر'' میں تمام اماموں کے حرم میں قرآن کریم کی تلاوت کے مستحب ہونے پر صراحت سے بیان کیا ہے۔

۱۷۔ جس وقت زائر حرم میں داخل ہو رہا ہو اور نماز جماعت قائم ہو تو پہلے نماز جماعت بجالائے اس کے بعد زیارت پڑھے اسی طرح زیارت پڑھنے کے درمیان نماز جماعت قائم ہو رہی ہو تو مستحب ہے کہ زیارت کو درمیان سے قطع کر کے نماز جماعت بجالائے۔

۱۸۔ عورتوں کو زیارت کے وقت اپنے پردے کا خیال رکھنا چاہئے اور زیارت پڑھنے کے لئے اس جگہ کا انتخاب کرے جہاں مردوں (نامحرم افراد) سے قریب ہونے کا سبب نہ ہو۔

۱۔ چونکہ امامؑ کے سر مبارک کی طرف جگہ محدود ہوتی ہے اور زائرین بہت زیادہ لہٰذا مناسب ہے کہ مومنین نمازِ زیارت پڑھنے کے بعد اس جگہ کو بقیہ دینی برادران کے فیض کے لئے ترک کردے۔

۱۹۔مسکینوں اور یتیموں خاص طور پر آبرومند افراد کے ساتھ جو غربت میں مفلس ہوگئے ہوں، احسان وانفاق کرے۔

۲۰۔زیارت سے اپنے اندر روحانیت کو حاصل کرنے کے بعد حرم مطہر سے باہر جانے میں جلدی کرے نہ یہ کہ کسی گوشے میں آرام کرنے کے لئے بیٹھ جائے اور دنیوی یا عبث باتوں سے اپنے آپ کو سرگرم کرے۔(۱)

محاسبۂ نفس وخودسازی

عبادت کا آخری مقصد و ہدف تزکیۂ نفس، خودسازی اور خداوند عالم اور اس کے اولیاء کی معرفت کے لئے اپنی روح کو آمادہ کرنا ہے اور اس مقصد کو زیارتیں کمال تک پہنچاتی ہیں اسی بناپر بہتر ہے کہ زائر مذکورہ آداب انجام دینے اور مأثورہ زیارتوں کو پڑھنے کے بعد اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ سفر کے رنج، مختلف مخارج کے تحمل کرنے اور امام کے حضور میں آنے سے کیا حاصل ہوا ہے؟

۱۔آگاہی کے لئے اہل سنت کی نظر میں آداب سفر اور نبی اکرمؐ کی قبر مطہر کی زیارت کے بارے میں بہت سی شباہت نقل ہوئی ہیں، رجوع فرمائیں: وفاء الوفا طبع چہارم، ج ۴، ص ۱۳۸۸۔۱۴۱۳

کیا امامؑ کے معنوی جذبے نے اس کے دل میں اثر پیدا کیا ہے اس طرح سے کہ اس کی نفسانی خواہشوں میں کمی اور امامؑ سے محبت میں اضافہ ہوا ہو؟

کیا اس نے گناہ ترک کرنے اور اپنے بُرے اخلاق کو تغییر دینے پر قدرت حاصل کر لی ہے؟ اور سماجی وظیفے کو انجام دینے میں، ظلم، کفر و نفاق سے مقابلہ کرنے اور اسلام و مسلمین کی حمایت کرنے میں گرم جوشی سے شرکت کی؟

اس کے علاوہ زیارتنامے پڑھتے ہوئے کیا ان کی محبت و معرفت اولیائے دین و ائمہ معصومین علیہم السلام کے نسبت اضافہ ہوئی ہے؟

کیا اس نے امام کی ولایت، حکومت اور عدالت کو اپنے اوپر مکمل طور سے قبول کر لیا ہے؟

اور امام زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی غیبت میں اپنے کو کس حکم میں سمجھتا ہے؟

کیا عالم و رہبر فقیہ عادل کی ولایت جو امام عصرؑ کی عمومی نیابت ہے، قبول کیا ہے؟ اور اگر قبول نہیں کیا ہے تو اجتماعی مسائل میں اپنا ولی، ہادی و سرپرست کسے جانتا ہے؟

مختصر یہ کہ اپنے تفکر و عقیدے، گفتار و کردار، فردی و اجتماعی زندگی میں نئے سرے سے غور و فکر کرے، ضعف و ناتوانی کو قدرت اور تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کرے بالاخص امامؑ کی معرفت و محبت حاصل کرنے میں کوشش کرے اور ان کی ولایت و رہبری کو اپنے

اور اپنے رشتہ داروں کے لئے قبول کرے اور حقیقتاً ان کے اوامر ونواہی (بتائے ہوئے اصول) کی پیروی کرے تاکہ جو چیزیں اس نے زیارت میں پڑھی ہیں، سچی قرار پائیں نہ یہ کہ اس کا دل زبان کی اور کردار گفتار کی تکذیب کرے۔

دوسرا حصہ

زیارت احادیث کی روشنی میں

زیارت احادیث کی روشنی میں

احادیث میں زیارت کی اہمیت: اگر علماء، متقی وخدمت گزار افراد، راہ خدا میں جہاد کرنے والے بلکہ وہ افراد جو درحقیقت انسانِ کامل ولائق ہیں، خصوصاً انبیاء واوصیاء اُن میں مناسب ترین افراد ہیں جن کی تعظیم وتکریم کی جائے اور زیارت وہی احترام ہے جو اپنے حضور، ان کی ارواح مطہرہ پر درود وسلام اور ان کے فضائل کو شمار کرنے سے انجام پاتی ہے اور ہماری دینی احادیث میں اس عمل کی بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔ یہ تاکید احادیث میں ''ثواب'' کے عنوان سے ذکر ہوئی ہے جس کی توضیح مندرجہ ذیل ہے:

زیارت کا ثواب

﴿وَ اللّٰهُ عِندَهُ حُسنُ الثَّوابِ﴾(۱)

جیسا کہ روزانہ کے لین دین میں اجرت و مال سے استفادہ کرنا اُس کام کی اہمیت و فائدہ کو بیان کرتا ہے اسی طرح عبادتوں میں بھی ثواب اس کے معنوی و روحانی فوائد یا اس کے اجتماعی اثرات ہیں اور خداوند عالم اسی وجہ سے اس عبادت کو اہمیت دیتا ہے لہٰذا وہ ثواب جو زیارت کے لئے روایات میں ذکر ہوئے ہیں اُس شخص کی عظمت و جلالت کو جس کی زیارت کی جارہی ہے نیز زائر کے عمل کی شائستگی وتہذیب کو بیان کرتا ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ زائر فطری طور پر اپنے اعمال کی جزا چاہتا ہے، اس فطری میلان کو ثواب کے ذریعہ پُر کیا گیا ہے اسی وجہ سے زیارت کے لئے جو ثواب نقل ہوئے ہیں، اکثر لوگوں کے لئے نیک مشوِّق ومحرّک ہے تا کہ لوگ زیارت کے لئے آئیں، الٰہی حجتوں کے اسماء ان کے ذہنوں میں زندہ رہیں اور یہ مشعل ہدایت علم وایمان کے مناروں پر فروزاں رہے۔

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۹۵: اور خدا وہ ہے جو بہترین ثواب عطا کرتا ہے۔

ثواب کا مستحق

حکم عقل اور شرعی منابع کے مطابق زیارت اور دوسرے نیک کاموں کے ذریعہ ثواب حاصل کرنا بیکار اور بے حساب نہیں ہے جی ہاں! (زیارت) بغیر توجہ کے بعض اعمال کا بدن کے ذریعہ انجام دینا جس میں روح شامل نہ ہو (صرف زبانی ہو) جیسے درو دیوار کو چومنے اور ہنری اثر دیکھنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

ہم نے کہا ہے کہ امام کی طرف توجہ اور حضورِ قلب کے بغیر سرسری حرکات انجام دینا اصلاً زیارت نہیں ہے بلکہ سیر و سیاحت ہے جو عبادت میں شامل نہیں اور طبیعی لحاظ سے مقبولِ بارگاہ الٰہی بھی نہیں ہوسکتی، وہ ثواب جو عبادت کی جزاء ہے اسے نصیب نہ ہوگی اس لئے کہ زیارت بلکہ ہر مقبول و صحیح عبادت معرفت کے ساتھ، شارع مقدس کے حکم کے مطابق، خدا کی قصد قربت اور ریاء و شخصی فائدہ سے دور ہو اس وقت اس کی عبادت قبول ہوگی اور وہ ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔(۱)

اس طرح کی عبادت آہستہ آہستہ انسان کی روح و جان میں تاثیر گزار ہوتی ہے،

۱۔﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّینُ الخَالِصُ﴾ (الزمر، آیت۳): آگاہ ہو جاؤ کہ خالص بندگی [بغیر شک وریا کے] صرف خدا کے لئے ہے۔

اس کے بُرے صفات کو بدل دیتی ہے، اسے اخلاقی فضائل و کمالات سے آراستہ کرتی ہے اوراس کے سامنے جواسوہ ونمونہ (یعنی امامؑ ہیں اُن) سے نزدیک کرتی ہے۔

جب یہ فضائل وکمالات انسان کا ملکہ بن جاتی ہیں یعنی اس کے نفس میں پائدار صفت، یہ سرمایہ جو دنیا میں کسب کیا ہے جاودانی دنیا میں اپنے ساتھ لے جاتا ہے اوراس کا مناسب اجر حاصل کرلیتا ہے اوریہی ہے ثواب کا مستحق قرار پانا اوراُس دنیا کی نعمتوں کے لئے لائق وسزاوار ہونا۔

حدیث میں آیا ہے: یہ اذکار ''**سُبحانَ اللّٰہ وَ الْحَمدُ لِلّٰهِ وَ لا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ أَكبَرُ**'' بہشتی درخت بن جائیں گے جسے گناہ وفساد آگ بن کر اسے جلادیں گے۔(۱) بعض بری عادتیں جیسے حسد، تکبر اور ریاست طلبی ایسی جلا دینے والی آگ ہے جو ایمان کی اساس کو نابود کردیتی ہے۔(۲)

قرآن کریم میں آیا ہے: ﴿**یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نفسٍ مَّا عمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَراً وَ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنّ بَيْنَها وَ بَيْنَه اَمَداً بَعِيداً.**﴾(۳) اس دن کو یاد کرو جب ہرنفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا اوراعمالِ بد کو بھی جن کو دیکھ کر یہ تمنّا کرے گا کہ کاش ان کے اوربُرے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوجاتا۔

۱۔رجوع فرمائیں: وسائل الشیعہ، جلددوم کا دوسرا جزء، انتشارات مکتبۃ المحمدی

۲۔اصول کافی، طبع اسلامیہ، ج۲، ص۲۳۱ ۳۔آل عمران، آیت۳۰

دوسری جگہ آیا ہے: ﴿فَمَن یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیراً یَرَهٗ وَ مَن یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ. ﴾(۱) پس جس نے ذرّہ برابر بھی نیکی انجام دی ہے وہ اُسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہے وہ اُسے دیکھے گا۔

شہید آیت اللہ مطہریؒ روز قیامت کی جزا کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

''آخرت کی جزاء عمل کا مجسم ہونا ہے، وہاں بہشت وجہنم یہی نیک اور بداعمال ہیں کہ جب پردے ہٹ جائیں گے تو (یہ اعمال) جسمانی صورت اختیار کرلیں گے۔قرآن کریم کی تلاوت خوبصورت شکل بن جائے گی اور انسان کے نزدیک رہے گی، غیبت اور لوگوں کو اذیت پہنچانا جہنم کے وحشی کتوں کی شکل اختیار کرلے گی۔

دوسری عبارت میں یوں کہا جائے کہ ہمارے اعمال ایک مِلک کی شکل میں ہے جو فانی اور وقتی ہے اور یہ وہی چیز ہے جو اس دنیا میں کسی بات یا عمل کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے اور ایک ملکوتی شکل اختیار کرتی ہے جو ہمارے انجام دینے کے بعد فانی نہیں ہوتی اور جو ہمارے بچوں اور پیروکاروں کی طرح ہوجاتی ہے۔(۲)

۱۔ زلزال، آیت ۷۔۸

۲۔ عدل الٰہی، مرتضٰی مطہریؒ، ص ۱۵۳۔۱۵۷

لہٰذا وہ افراد زیارت، نماز و دعا کے ثواب کے مستحق قرار پائیں گے جو دائمی اطاعت، پروردگار کی طرف توجہ کی حالت، ذکر وخلوص رکھتے ہوں، مہذب وتربیت یافتہ مسلمان ہوں اور گناہوں سے خصوصاً جو حق الناس سے مربوط ہیں اجتناب کریں تاکہ ان کی روح سے زیارت کے فوائد واثرات ختم نہ ہوں۔

زیارت اور امامؑ کے ساتھ تجدید عہد کرنا

۱۔اس بحث کا آغاز امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ کی حدیث سے کرتے ہیں جن کے علم کا نور خراسان (۱) کے آفتاب سے زیادہ اور شیعوں کے دلوں کے لئے روشنی بخش ہے:

ہر امامؑ کے لئے ان کے شیعوں اور چاہنے والوں کی گردن پر ایک عہد ہوتا ہے یہ عہد اُس وقت تمام و کامل ہوتا ہے جب ان کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے۔ پس جو شخص اماموں کی شوق ورغبت کے ساتھ زیارت کرے اور جو چیز ان کی خواہش ورغبت میں ہو ان کی تصدیق کرے، اُس وقت اس کے امامؑ روز قیامت اس کی شفاعت کریں گے۔(۲)

۱۔خراسان: ''مشرق'' کے معنی میں ہے۔(لغت نامہ: برہان قاطع) خراسان دراصل ''خورآیان'' تھا یعنی جہاں سے سورج طلوع کرتا ہے۔

۲۔وسائل الشیعہ، ج۱۰،ص۲۵۳، بحارالانوار، ج۱۰۰،ص۱۱۶

توضیح: یہ معتبر حدیث (۱) سب سے پہلے یہ درس سکھاتی ہے کہ زیارت عہد کو پورا، مکمل وتمام کرنے والی ہے وہ عہد جسے ہر ماموم نے اپنے امامؑ کے ساتھ کیا ہے اورآج کی زبان میں رائے اعتماد ہے کہ جو الٰہی حکومت کا رہنما اور فکری رہبر جو خدا کی طرف سے منصوب ہوا ہے؛ اسے (وہ رائے) دیتا ہے۔ تھوڑے ہی وقت کے بعد جان سکتے ہیں کہ امامؑ کی قبر کا شوق و ذوق کے ساتھ دیدار، ان کے فضائل ومناقب بیان کرنا، زیارتنامہ پڑھنا درحقیقت امام کے ساتھ مؤدت وامامت کے عہد کی تجدید کرنا ہے نیز ان وظائف کو یاد رکھنا ہے جو زائر خدا کی طرف نسبت رکھتا ہے۔

دوسرا درس ایک خاص حالت کو بیان کرتی ہے جو زائر میں پائی جانا چاہئے یعنی امامؑ کے دیدار کی طرف بہت زیادہ میل ورغبت رکھنا۔ البتہ معرفت کا نتیجہ امامؑ کی شخصیت کی مختلف جہات ہے اوران کی صحیح معرفت کے سلسلے میں کم سے کم اتنا کہہ سکتے ہیں:

روئے زمین پر خدا کا جانشین، (۲) لوگوں کے درمیان خالق کا نمائندہ اور امتِ مسلمہ کا امام وعادل رہبر ہے۔

۱۔ یہ حدیث پرانی معتبر کتابوں میں نقل ہوئی ہے: اصول کافی، محمد بن یعقوب کلینیؒ، (متوفی ۳۲۹)، عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، (متوفی ۳۸۱)، مقنعہ، شیخ مفید (متوفی ۴۱۳)

۲۔ راوی کہتا ہے: میں نے سنا ہے کہ امام رضاؑ فرماتے تھے: ائمہ روئے زمین پر خداوند عالم کے خلیفہ وجانشین ہیں۔ (الاصول من الکافی، کتاب الحجة، ج۱، ص۱۹۳)

تیسرا درس زائر کا تصدیق کرنا ہے اس چیز کی جو امام کی محبت و چاہت کے بارے میں ہے۔ اگر ہم یاد کریں کہ یہ ذواتِ مقدسہ وہ ہیں جن کی رضایت و محبت خداوند عالم کی رضایت و محبت کے علاوہ کچھ نہیں، اِس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ زائر کو چاہئے کہ خدا کی مرضی حاصل کرنے اور اس ذات پاک کی پیروی کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے۔

بیشک اس طرح کے زائر کو جو بامعرفت اور فرمانبردار ہو، امامؑ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

۲۔ زید شحّام کہتا ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: جو آپ حضرات میں سے کسی ایک کی زیارت کرے اس کا اجر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اُس شخص کی مانند ہے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہو۔(۱)

۳۔ امام محمد باقر علیہ السلام رسول خداؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص میری یا میری اولاد میں سے کسی ایک کی زیارت کرے روزِ قیامت میں اس کی زیارت کروں گا اور اس دن کے خوف سے نجات دلاؤں گا۔(۲)

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۲۴۶، رسول اکرمؐ کی زیارت کی اہمیت اور اس کا ثواب کا بیان جلد ہی آئے گا۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۲۵۹

خانۂ خدا کے بعد امام کی زیارت

کئی احادیث میں آیا ہے کہ حج کے اختتام اور مکمل ہونے اور جناب ابراہیمؑ کی مخلصانہ کوششوں کو یاد کرنے کے بعد زائر خانۂ کعبہ کے بعد رسول اکرمؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کا بھی شرف حاصل کرے:

۱۔ عبداللہ ابن عمر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص حج بجالائے اس کے بعد میری وفات کے بعد میرے قبر کی زیارت کرے اُس شخص کے مانند ہے جس نے میری زندگی میں زیارت کی ہو۔

اس حدیث کو مرحوم علامہ امینیؒ نے اہل سنت کے ۲۱/ حافظ و محدث سے نقل کیا ہے۔(۱)

۲۔ نیز عبداللہ بن عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص خانۂ خدا کی زیارت کی نیت کرے مگر میری زیارت نہ کرے، (اس نے) مجھ پر ظلم کیا ہے۔''(۲)

۱۔ الغدیر، ج ۵، ص ۹۸۔۹۹

۲۔ گزشتہ حوالہ، ج ۵، ص ۱۰۰، یہ حدیث علمائے اہل سنت کی ۹/ کتب میں ذکر ہوئی ہے۔

یہ دو حدیث (کہ اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے پر بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لازمی ہونے پر دلیل ہیں، آنحضرتؐ کی قبر مبارک سے فیض حاصل کرنا اسی طرح ہے جس طرح آپ کی حیات میں (آپ کے) گھر میں زیارت کرنا ہے۔

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جب تم [شیعوں] میں سے کوئی ایک حج بجا لائے اسے چاہیئے کہ اپنے حج کو ہماری زیارت پر تمام کرے اس لئے کہ یہ [زیارت] حج کے اختتام کا جزء ہے۔''(۱)

۴۔ ایک روایت جسے ابوحمزہ ثمالی نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے ان حدیثوں کو بیان کرتی ہیں جو اس موضوع میں ہم تک پہنچی ہیں اور مذکورہ احادیث کے لئے توضیح ہیں:

ابوحمزہ کہتے ہیں کہ اس حالت میں کہ ابوجعفر امام محمد باقرؑ مسجد الحرام کے دروازہ پر تشریف فرما تھے اور ان لوگوں کو جو طواف کر رہے تھے نظارہ کر رہے تھے، مجھ سے فرمایا:

اے اباحمزہ: یہ لوگ کس کام پر مامور ہیں؟

میں جواب نہ دے سکا تو امام نے خود ہی فرمایا:

''بیشک انہیں حکم دیا گیا ہے کہ پتھر کا بنا ہوا یہ گھر (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں اس کے بعد ہمارے پاس آکر ہماری ولایت کا اعلان کریں۔''(۲)

۱۔ بحار الانوار، ج۱۰۰، ص۱۳۹ ۲۔ وسائل الشیعہ، ج۱۰، ص۲۵۴

اعلان ولایت: سب سے پہلے اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ زمانی ومکانی حیثیت سے جو کہ خانۂ خدا ہے اور حج کے فریضے کو ادا کرنے کا وقت یعنی بہترین زمان و مکان۔ سیاسی نظریہ کے مطابق وہ زمانہ بنی عباس کی حکومت کے آغاز کا دور تھا، وہ لوگ (بنی عباس) جنہوں نے آل علیؑ کے نام پر مسلمانوں کو بیعت کی دعوت دی اور اس کے بعد آل علیؑ اور ان کے زائرین کے ساتھ بدترین سلوک کئے۔ اس طرح کی اجتماعی و دینی حالت جس سے امام باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں لوگوں کے ازدحام سے استفادہ کرتے ہیں اور بہترین نکتہ جو عبادت کی روح اور اعمالِ حج کا مغز ہے ارشاد فرماتے ہیں جس کے نکات یہ ہیں: ''امام کی معرفت، رہنما کو پہچاننے، اس کی دوستی اور اطاعت کا اعلان کرنا۔''

ہر زمانے کی عوام کو فریب دینے والے طاغوت افراد اور لوگوں کی ظاہر پرستی جو عالم ربانی و الٰہی رہبر سے دور ہونے کا باعث بنتی ہے، دھیرے دھیرے صرف خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرنے اور بدن کے ذریعہ خاص اعمال انجام دینے کو پورا ہدف پہنچواتے ہیں اور لوگ اس میں خوش رہتے ہیں کہ انہوں نے ''عبادت'' انجام دی ہے! جبکہ بدن کے اعمال ۔حتی نماز میں۔ وہ علامتیں، اشارے اور رموز ہیں جو حقائق و معارف کو بیان کرتے ہیں جیسے: خدا کی بارگاہ میں چھوٹے ہونے کا اظہار کرنا، خالق کی عظمت کو دیکھنا، غرور وتکبر سے دوری، تہذیبِ نفس، دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی، عبادت میں وحدت، اخوت و بھائی چارگی ایجاد کرنا، ایک دوسرے کی مشکلات کو حل کرنا، ''نیکی وتقویٰ'' میں مدد کرنا، ظلم و

ظالم کا دفاع اور ستمگروں، ظالموں اور مال ہڑپ کرنے والوں کے ساتھ مقابلہ کرنا، بلکہ ایک دوسری عبارت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کلمۂ توحید اور توحید کلمہ کا اعلان کرنا۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بلند معارف کو کون صحیح طریقہ سے جانتا ہے؟ کون (ان معارف) کو صحیح پہچانتا ہے اور بہتر طریقے سے پہنچوا سکتا ہے؟

بصیر و آشنا رہنما کے علاوہ؟ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام اور ان کی معصومؑ اولادیں ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے جسے ان کے محضر میں ’اعلانِ ولایت‘‘ سے تعبیر فرمایا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آپ ؐ کی ہمسائیگی

اس بحث کو اس حدیث کے ترجمہ کے ساتھ آغاز کرتے ہیں جسے عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے تا کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک زیارت کی اہمیت کا درجہ اور بھی واضح ہو جائے۔

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص میرے قبر کی زیارت کرے اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہو جاتی ہے۔''

علامہ محقق عبدالحسین امینیؒ نے اہل سنت کی ۴۱ رمعتبر کتابوں کے منابع سے مؤلف، نام اور سال وفات کے ساتھ مذکورہ حدیث کو نقل کیا ہے۔(۱)

۱۔ الغدیر، ج ۵، ص ۹۳۔۹۶، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفیٰ، طبع چہارم، ج ۴، ص ۱۳۳۶، کتاب کے مؤلف (نورالدین سمہودی) دارقطنی اور بیہقی سے حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''سبکی نے اس حدیث کو معتبر نسخوں میں دیکھا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی ہے۔''

۲۔ ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”جو شخص میری وفات کے بعد میرے قبر کی زیارت کرے اس شخص کے مانند ہے جس نے میری حیات میں میری طرف ہجرت کی ہو لہٰذا تم اگر [نزدیک سے زیارت کرنے کی] قدرت نہیں رکھتے تو میرے اوپر درود و سلام بھیجو جو مجھ تک پہنچتا ہے۔“(۱)

۱۔ رجوع فرمائیں: کامل الزیارات، ۱۴، حدیث ۱۷، سمہودی نے اس طرح کی روایت نقل کی ہے جس کی عبارت یہ ہے: ”قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: مَن حَجَّ فَزَارَ قَبري بعدَ وَفَاتِي، كانَ كَمَنْ زَارَني فِي حَياتِي.“ (وفاء الوفا، ج۴، ص ۱۳۴۱)

توسل اور شفاعت طلب کرنا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوا اِلَيهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (۱)

زیارت کے باطنی آداب میں سے ایک ادب جو رسول خداؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے حرم مقدس میں حاضر ہونے کے ساتھ مناسبت رکھتا وہ یہ ہے کہ خدا کی بارگاہ میں ان سے توسل و شفاعت اور حاجت طلب کرے۔

یہ بات فطری ہے کہ انسان اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے دوسروں سے مدد طلب کرتا ہے اور اس شخص کو جو صاحبِ حاجت کے نزدیک وجیہ اور مقرب ہے اُس کو وسیلہ اور واسطہ قرار دیتا ہے؛ زائر بھی ان حرم ہائے متبرکہ کے معنوی ماحول میں محاسبۂ نفس انجام دیتا ہے اور اپنی گزشتہ زندگی کو (جو اس نے انجام دیا ہے) اپنے ذہن میں رکھتا ہے۔ بیشک اس کے تاریک اور برے اعمال اس کی آنکھوں سے حسرت بھرے اشک

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۵، اے ایمان والو! اللہ [کے عذاب] سے ڈرو اور [خدا کی قربت کے لئے] وسیلہ تلاش کرو۔

جاری کر دیتے ہیں لیکن اپنی بدکاریوں سے رہائی پانے کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور دوسرا راستہ نہیں دیکھتا کہ خداوند غفور کو ان (ائمہؑ) کے حرم میں جو (خدا کے نزدیک) مقرب وعزیز ہیں ان کے وسیلہ سے دعا کرے، (خدا سے) اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اور اپنے بداعمال وفساد کے بُرے اثرات جو اس کی روح پر مترتب ہوئے ہیں، زائل کردے۔ اس طرح سے زائر خاتم الانبیاءؐ یا ائمہ ہدیٰ علیہم السلام جو خدا کے رحمت ومغفرت کے مظہر ہیں، خدا کے نزدیک مقرب ومقبول ہیں، اپنی آلودہ و پست شخصیت کے ساتھ (ان سے) جُڑ جائے۔(۱) تا کہ اس فعل کے ذریعہ (جو خدائے رحیم نے قرار دی ہے) وہ زائر رحمت ومغفرت کو جلب کرے اور خدا کے تقرب کے لئے سامان فراہم کرے۔

لہٰذا کلی اور اخلاقی طور پر ''شفاعت'' کے تمام قسم کو جو خدا کے مقرب بندوں سے ''طلب کرنا'' ہے جو گناہوں کی بخشش وحاجت کے برآنے کے لئے ان حضرات سے توسل ہے، اِسے مذموم نہیں کہہ سکتے بلکہ بے جا طلب کرنا، نامشروع حاجت اور خلافِ قانون چیزیں مذموم (اور بُری) ہیں یا اپنی حاجت کی برآوری کے لئے ناشائستہ افراد سے توسل کرنا بُری چیز ہے۔

۱۔ مذکورہ توضیح ''شفاعت'' کے لغوی معنی میں ہے اور یہ ''شفع'' کے مادّہ سے ہے یعنی بلند شخصیت کا پست سے جڑ جانا ہے۔

جبکہ اس معنی میں توسل و شفاعت طلب کرنا، عقلی و نقلی طور پر ممنوع نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ وہابی اسے عبادت میں توحید کے خلاف اور شرک شمار کرتے ہیں۔

ان دینی موضوعات میں اختلاف کو حل کرنے اور حقیقت تک پہنچنے کے لئے مسلمانوں کی اطمینان بخش عقیدتی منبع کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو قرآن مجید ہے، اس موضوع میں وارد شدہ تمام احادیث پر نظر رکھنے اور قرآن و سیرتِ پیغمبرؐ کے متعلق علماء کی تفسیر سے استفادہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے(۱) لہٰذا مختصر طور پر بیان کریں گے۔

استاد دانشور شہید مرتضیٰ مطہریؒ نے شفاعت کے موضوع کے متعلق ایک عالمانہ تحقیق انجام دی ہے اور مخالفین کا منھ توڑ جواب دیا ہے۔(۲) اس مستدل بحث میں سے کچھ حصہ نقل کرتے ہیں:

۱۔ شفاعت سے مربوط آیات وتفسیری بحث کو دیکھنے کے لئے رجوع فرمائیں: المیزان فی تفسیر القرآن، علامہ سید محمد حسین طباطبائی، ج۱، سورۂ بقرہ کی ۴۷۔۴۸ ویں آیت کے ذیل میں۔ اس کے علاوہ قرآن مجید نے اُس شفاعت کو جو خدا کی اجازت سے ہو؛ صحیح جانا ہے: ﴿مَن ذَا الَّذِی یَشفَعُ عِندَہُ اِلَّا بِأذنِہِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۵) کون ہے اس کی بارگاہ میں جو اس کی اجازت کے بغیر شفاعت وسفارش کرسکے۔

۲۔ رجوع فرمائیں: عدل الٰہی، انتشارات حسینیہ ارشاد، ۱۹۷۰، چوتھا حصہ، ۱۶۵۔۱۹۱

شفاعت؛ خدا کی ملکیت ہے، واقعی اور حقیقی شفاعت کا باطل اور غلط شفاعت کے ساتھ بنیادی فرق یہ ہے کہ حقیقی شفاعت خدا سے شروع اور گنہگار پر ختم ہوتی ہے اور باطل شفاعت اِس کے برعکس ہے.... باطل شفاعتیں جس کے نمونے دنیا میں موجود ہیں، شفیع اپنے وسیلہ کو مجرم کی طرف سے حاصل کرتا ہے اس لئے کہ وہی مجرم جس نے توسل و شفاعت کرنے پر اسے ابھارا ہے لیکن حقیقی شفاعت میں جس کی نسبت خدا کی طرف دینا صحیح ہے اور شفیع کا وسیلہ قرار پانا خدا کے ہاتھ میں ہے۔

قرآن کریم کی آیتیں بیان کرتی ہیں کہ خدا کی اجازت کے بغیر شفاعت ممکن نہیں ہے، اسی نکتۂ نظر سے خصوصاً اس (موضوع) کے متعلق بہت ہی عمدہ وعجیب تعبیر ہے کہ (خداوندعالم کا) ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعاً﴾ (۱) (اے میرے حبیبؐ!) کہہ دیجئے کہ شفاعت کا تمام اختیار اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔

توحید و وسیلہ: ہم نے جو پہلے بیان کیا ''توحید عبادی'' میں ایک بہت ہی بلند و اہم نکتہ سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیائے خدا سے توسل و شفاعت طلب کرنے میں پہلے تحقیق و جستجو کرے کہ کون شخص ہے جسے خداوندعالم نے وسیلہ قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّها الَّذينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابتَغُوا اِلَيهِ الوَسِيلَةَ﴾

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۴۴

کلی طور پر وسائل کے ذریعہ توسل اور اسباب کے ذریعہ تسبُّب (۱) اس بات پر توجہ رکھتے ہوئے کہ وہ خدا (ہی) ہے جس نے سبب کو خلق فرمایا ہے اور خدا (ہی) ہے جس نے خود سبب کو سبب قرار دیا ہے جو ہم سے ان وسائل و اسباب سے استفادہ کرنے کا خواستگار ہے کوئی مانع وجود نہیں رکھتا اور اس سے شرک کا کوئی رابطہ نہیں ہے بلکہ یہ عین توحید ہے اور اس میں مادّی و معنوی اسباب کے درمیان کوئی فرق نہیں (اسی طرح) ظاہری و باطنی اسباب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ انتہائے امر یہ کہ مادی اسباب میں علمی تجربہ کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں کہ کونسی چیز سبب ہے لیکن معنوی اسباب میں خود دین کے ذریعہ یعنی وحی، کتاب وسنت کے ذریعے اس مطلب کو کشف کر سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب انسان توسل کرتا ہے تو اس کی توجہ خدا کی طرف اور پھر خدا سے وسیلہ و شفیع کی طرف ہونا چاہئے کیونکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حقیقی شفاعت اسے کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے شفیع کو شفاعت کرنے کے لئے مبعوث کیا اور چونکہ خدا نے شفیع کو (خود) رضایت دی ہے کہ شفاعت کرے، اس کے برخلاف باطل شفاعت جس کی شفیع کی طرف حقیقی توجہ اس لئے ہے کہ وہ کارساز ہو، لہٰذا اگر حقیقی توجہ شفیع کی طرف ہو اور خدا کی طرف توجہ نہ ہو تو عبادت میں شرک قرار پائے گی..... اسی وجہ سے خداوند عالم

۱۔ تسبُّب: سبب واسباب طلب کرنا

نے گنہگاروں کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے در پر جائیں اوراس کے علاوہ کہ وہ اپنے لئے مغفرت طلب کریں (ساتھ، ساتھ) ان سے چاہیں کہ وہ اس کے لئے مغفرت طلب کریں؛ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَ لَوْ أَنَّهُم اِذ ظَلَمُوا أَنفُسَهُم جَآؤُکَ فَاستَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ استَغفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيماً﴾(۱)

ترجمہ: ''اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا تو آپؐ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے لئے استغفار کرتے اور رسولؐ بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔''

بیشک صرف نیک اعمال اور تقویٰ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اُسی طرح سے کہ جس طرح رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں اپنے خطبے میں فرمایا تھا کہ عمل اور رحمتِ خدا کے علاوہ کوئی چیز نجات دینے والی نہیں ہے۔

اعتراضات کے جواب جو مغفرت کی شفاعت کے بارے میں تفسیر کی گئی؛ اِن ترتیب کے ساتھ شفاعت پر کئے گئے اعتراضات کے جواب حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۶۴

۱۔شفاعت نہ ''عبادی توحید'' کے خلاف ہے اور نہ ''ذاتی توحید'' کے کیونکہ شفیع کی رحمت؛ خدا کی رحمت کے سائے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اور شفاعت و رحمت کے لئے مبعوث کرنا بھی پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔

۲۔جس طرح سے خدا کی مغفرت و بخشش پر عقیدہ رکھنا ''تجرّی''(۱) کا سبب نہیں ہوتا اور تنہا امید کو ایجاد کرتا ہے اسی طرح شفاعت پر عقیدہ رکھنا گناہ کی رغبت کا باعث نہیں ہوتا۔اس نکتہ کی طرف توجہ رکھتے ہوئے کہ مغفرت و شفاعت کے شامل ہونے کی شرط خدا کی مشیت و رضایت ہے جو واضح کرتی ہے کہ اس عقیدہ کا اثر اتنا ہے کہ دلوں کو مایوسی و ناامیدی سے نجات دلاتی ہے اور ہمیشہ خوف و امید کے درمیان رکھتی ہے۔

۳۔شفاعت کی دو قسم ہے: باطل اور صحیح، اس کا سبب یہ ہے کہ بعض قرآنی آیتوں میں شفاعت کو بیکار سمجھا ہے اور بعض میں اسے ثابت کیا ہے؛ شفاعت دو طرح کی ہوتی ہیں،قرآن نے چاہا ہے کہ ذہنوں کو باطل شفاعت سے صحیح شفاعت کی طرف موڑ دے۔

۴۔شفاعت؛ اصل عمل کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی کیونکہ عمل علت قابلی (۲) کے برابر، خدا کی رحمت علتِ فاعلی کی جگہ پر ہے۔

۱۔تجری: گناہ کے لئے جرأت پیدا کرنا۔

۲۔یعنی ایسی علت جو رحمت و مغفرت کے لئے راہ ہموار کرنے والی اور اس کے قبول ہونے کا باعث ہے۔

۵۔صحیح شفاعت میں یہ تصور نہیں ہے کہ خدا کسی کے تحت تاثیر قرار پائے کیونکہ صحیح شفاعت بلندی سے نیچے کی طرف جاری ہوتی ہے۔

۶۔شفاعت اور اسی طرح مغفرت میں استثنا اور تبعیض (۱) نہیں پائی جاتی کیونکہ رحمتِ پروردگار لامحدود ہے، محدود ہونا کمی کی وجہ سے ہوتا ہے اور قابلیت میں اختلاف کا ہونا ذاتی ہے نیز دنیا کے نظام کے لئے ایک ضروری امر ہے۔

۱۔یعنی بعض کو بعض پر برتری دینا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کا ثواب اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے قبور کا احیاء

ا۔ وہب بصری کہتا ہے کہ میں مدینہ میں وارد ہو کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہو کے عرض کیا:

میری جان آپ پر فدا ہوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں لیکن امیر المومنینؑ کے قبر کی زیارت نہیں کی۔

امام نے فرمایا: ''کیا ہی بُرا کیا تم نے! اگر تم ہمارے شیعوں میں سے نہ ہوتے تو تمہاری طرف نہ دیکھتا۔ کیا تم نے اس کی زیارت نہیں کی جس کی ملائکہ زیارت کرتے ہیں؟ اور وہ بھی انبیاء، مومنین کے ہمراہ زیارت کرتے ہیں؟''

میں نے عرض کی: ''میری جان آپ پر فدا ہو، میں یہ نہیں جانتا تھا۔''

فرمایا: ''جان لو کہ بے شک امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام خدا کے نزدیک تمام اماموںؑ سے افضل و برتر ہیں.....۔''(۱)

ا۔ کامل الزیارات، ص ۳۸

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے علیؑ! جو شخص میری زندگی یا وفات کے بعد زیارت کرے گا یا تمہاری زندگی یا وفات کے بعد زیارت کرے اور اسی طرح آپ کے دو بیٹے (حسنؑ و حسینؑ) کی زندگی یا وفات کے بعد زیارت کرے تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ اسے روزِ قیامت سختیوں اور خوف سے نجات دلاؤں گا یہاں تک کہ اسے اپنے درجہ تک پہنچا دوں۔''(۱)

۳۔ ''ابی عامر واعظ'' حجاز کا باشندہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا:

امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے اور اسے آباد کرنے کا اجر کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا کہ اے ابا عمار! میرے والد بزرگوار نے اپنے والد اور جد حسینؑ بن علیؑ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم! (اے علیؑ!) تم عراق کی سرزمین میں قتل کیے جاؤ گے اور وہیں پر دفن ہو گے۔''

میں نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو شخص ہماری قبروں کی زیارت کرے اور اُسے آباد کرے اور وہاں رفت و آمد کرے اس کا کیا ثواب ہے؟

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۲۵۷۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث بحار الانوار (ج ۱۰۰، ص ۱۴۱) اور کامل الزیارات کے ۱۱ ویں صفحہ پر ذکر ہوئی ہے۔

پیغمبرؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ! بیشک خدا نے تمہاری اور تمہارے اولاد کی قبروں کو جنت کے بہترین خطّوں میں سے قرار دیا ہے۔ بیشک خدا نے نجیب مخلوقات اور منتخب بندوں کے دلوں کو تمہاری طرف راغب کردیا ہے۔ یہ برگزیدہ افراد تمہارے کے لئے ہر قسم کی اذیت وتکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اور آپؑ لوگوں کی قبروں کو آباد کرتے ہیں اور خدا کی قربت کی خاطر وہ محبت ومودّت جو اپنے رسولؐ سے رکھتے ہیں، بہت زیادہ ان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

اے علیؑ! میری شفاعت انہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے، (یہ افراد) حوض کوثر (۱) پر وارد ہوں گے اور کل کو بہشت میں میرے زائر بھی ہوں گے۔ (۲)

۱۔ ''کوثر'' جنت کے حوض کوثر کے علاوہ ہر طرح کے ''خیر کثیر'' کو کہتے ہیں جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کی کثرت، آپؐ کے پیروکار اور زیادتی علم کی بھی تفسیر ہوئی ہے۔ اس بارے میں مختلف نظریات جاننے کے لئے رجوع فرمائیں: تفسیر نوین، محمد تقی شریعتی، ص ۳۵۵۔۳۶۳، تفسیر صافی، ملا محسن فیض کاشانی، انتشارات کتابفروشی اسلامیہ، ص ۸۵۷

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۲۹۸، خلاصہ کے ساتھ

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب اور اس کی اہمیت

مقدمہ

اگر چہ ہمارے مذہبی رہنماء اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت اطہار (جیسا کہ ان کی زیارتوں میں پڑھتے ہیں) سب کے سب شہید ہوئے ہیں اور شیعہ تاریخ اپنے آغاز سے ہی شہادت کے خونی سطر کے ساتھ رقم ہوئی ہے لیکن امام حسینؑ بن علی علیہ السلام کی شہادت کی کیفیت اس قدر ظالمانہ وستمکارانہ، دل کو اذیت دینے والی اور وحشی طریقے سے تھی جس کی وجہ سے اسلامی شہداء کی کتاب میں سب سے ممتاز عنوان رکھتی ہے۔

دوسری طرف اسلام کی راہ میں امام حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد واصحاب کی صدقِ نیت، خدائی جذبہ، جانثاری وفداکاری، کافر یزید کی غاصبانہ حکومت کے مقابلہ میں آپؑ کی مخالفت واستقامت اور اس شہادت کی دوسری خصوصیات اس حد تک تھی کہ امام نے ''سید الشہداء'' کا لقب پالیا اور اپنے مقدس قیام و جہاد کے ساتھ ''شہادت'' اور ''شہید'' ایک تازہ اہمیت اور نئے معنی میں اجاگر ہوگیا۔

امام حسین علیہ السلام کی غمناک شہادت کے ساتھ، ساتھ ''زیارت'' بھی تجدید حیات پائی

اور دوبارہ جنم لیا اور حسینیؑ زائر کو بلند وملکوتی مقام حاصل ہوگیا، کربلا حرّیت پسندوں کا قبلہ اور شہیدانِ خدا کی عنایت کا سبب اور آپ کی قبر مبارک کعبۂ مشرفہ کے پہلو میں قرار پا گئی۔

اِس کے بعد سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت اور اس کے ثواب کے بارے میں اہمیت و تاکیدات کو مختصر طور پر بیان کریں گے۔

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ہمارے شیعوں کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا حکم دو کیونکہ ہمارے جد کی خدمت میں حاضر ہونا ہر مومن پر جو خدا کی طرف سے اُن کی امامت کا اقرار کرتا ہے؛ واجب ہے۔'' (۱)

جو چیزیں ہم امام کی شہادت کی عظمت کے بارے میں جانتے ہیں، اِس کا پڑھنے والا اس بات پر تعجب نہ کرے کہ آپؑ (امام حسین علیہ السلام) کی زیارت شیعوں پر واجب ہے۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی پوری زندگی حج بجالائے لیکن (میرے جد) حسین بن علیؑ کی زیارت نہ کرے تو گویا اس نے خدا اور رسولؐ کے حقوق میں سے ایک حق کو ترک کر دیا ہے اس لئے کہ حق حسین علیہ السلام خدا کی طرف سے ایسا فریضہ ہے جو ہر مسلمان پر واجب ہے۔'' (۲)

۱۔ کامل الزیارات، ص ۱۲۱ ۲۔ کامل الزیارات، ص ۱۲۲، حدیث ۳

۳۔ام سعید احمسیّہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتی ہے کہ امام نے مجھ سے فرمایا:
اے ام سعید! کیا تم امام حسین علیہ السلام کے قبر کی زیارت کرتی ہو؟
عرض کیا: جی ہاں، اس کے بعد مجھ سے فرمایا:
''ضرور ان کی زیارت کیا کرو کہ بیشک امام حسین علیہ السلام کے قبر کی زیارت کرنا تمام مردوں اور عورتوں پر واجب ہے۔(۱)
مذکورہ حدیث کی بنا پر زیارت سید الشہداء علیہ السلام خواتین کے لئے بھی لازم وضروری ہے۔

خائفانہ زیارت

زیارت سید الشہداء علیہ السلام اسی طرح آپ کی عزاداری ایک سنتِ الٰہی ہے جو رسولخداؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے نزدیک پسندیدہ اور لازم الاجر عمل ہے، اسی وجہ سے اس کے بارے میں تاکید وترغیب اس حد تک ہے کہ خوف کی حالت اور مشکلات کے باوجود بھی (جو ظالم حکمران زائرین کے اوپر ظلم وجور کرتے تھے) زیارت کو بجالانا چاہئے۔ یہی تاکیدیں ہیں جو ہمیشہ شیعوں کو امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر کی طرف جذب کرتی تھیں اس طرح سے کہ آپ کی شہادت کے وقت سے (تمام امتناع وروک تھام کے باوجود) آج تک کمزور نہ ہوئی اور یہی معنوی ریسمان ہمیشہ مومنین کے قلوب کو حائر حسینی سے جوڑے رکھے ہے۔(۲)

۱۔ کامل الزیارات، ص۱۲۲، ج۴

۲۔ اس موضوع کے متعلق احادیث کو دیکھنے کے لئے رجوع فرمائیں: کامل الزیارات، ص۱۱۶، ۱۲۵

ملائکہ کی زیارت

اس قرآنی اصل واساس کی بناپر کہ انسان کامل، زمین میں خلیفۂ خدا، کرّۂ ارض پر خدا کا خاص نمائندہ جو ملائکہ سے بھی برتر ہے؛ فرشتے نیز امام حسین علیہ السلام کے مرقد مطہر کی مشتاقانہ زیارت کرتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں جیسا کہ صادق آل محمدؐ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''قبر حسین کی مساحت بیس ذِراع در بیس ذراع (۲۰×۲۰) (۱) جنتی باغوں میں سے ایک باغ ہے اور وہاں سے آسمان کی طرف معراج (حاصل ہوتی) ہے۔ کوئی بھی خدا کا مقرب فرشتہ اور پیغمبر مرسل نہیں ہے مگر یہ کہ وہ خدا سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہو، [انہیں اجازت دی جاتی ہے] اس کے بعد ایک گروہ زیارت کرنے نازل ہوتا ہے اور پہلا گروہ زیارت کرکے اوپر جاتا ہے۔'' (۲)

اسی طرح بہت سے فرشتے خدا کی اجازت سے زائرین حسینی کے لئے رحمت و مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ ذراع: بازو، ایک ہاتھ، ایک گز

۲۔ کامل الزیارات، ص۱۱۴، ۱۱۵

۳۔ کامل الزیارات، ص۱۱۹، اس طرح کی پانچ حدیثیں اس باب میں نقل ہوئی ہیں۔

گناہوں کی بخشش کی اہمیت سے متعلق بحث

وہ عبارت جو ائمہ معصومین علیہم السلام خصوصاً امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں بہت سی روایتوں میں وارد ہوئی ہے؛ زائر کے گناہوں کی بخشش ہے۔شاید ان لوگوں کے لئے جو اسلامی تعلیمات سے آشنائی نہیں رکھتے، اس طرح کی اہمیت اور زیارت کا ثواب حقیقی اہمیت نہ رکھتا ہو، اس طرح سے کہ کبھی کبھی ان کے ذہنوں میں شک کی وجہ سے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ گناہ کیا ہے جو اس کی بخشش و مغفرت اس حد تک اہمیت رکھتی ہو؟

المختصر جواب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے ہم اسلام کے عقیدتی اصول کو قبول کرتے ہوں جس کی بنیاد پر انسان ایک ایسا موجود ہے جو عاقل، باشعور، متفکر اور معین اختیار رکھتا ہے۔(۱) یہ انسان ایک حکیم و رحیم خالق رکھتا ہے جس نے حکمت و رحمت کے ذریعہ اُسے خلق کیا تا کہ اسے حد کمال تک پہنچائے اور لطف و کرم اس کے شامل

۱۔ باوجود اس کے کہ انسان غیر طبیعی اعمال میں مجبور نہیں لیکن اس کا اختیار بھی محدود اور معین ہے یعنی ''نہ جبر ہے نہ انسان کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہے۔'' ڈاکٹر سید جواد مصطفوی کی شرح و ترجمہ کے ساتھ، ''باب الجبر و القدر و الأمر بین الامرین ''میں، ج۱، ص ۲۱۵۔۲۲۴ پر

حال ہولیکن کمال کی طرف میل و رغبت اور اس رحمت و عنایت سے استفادہ کرنا بغیر کسی حساب و کتاب کے ممکن نہیں ہے۔ خداوند عالم کی حکمت و عدالت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ خدا کی یہ بہترین مخلوق زندگی کے مختلف مراحل میں طرح طرح کے امتحان میں مبتلا ہو، تا کہ معلوم ہو جائے، مختلف شرائط میں اس (انسان) کا ردّ عمل کیا ہے اور اپنے وجودی سرمائے کو (یعنی عقل، علم، اختیار و قدرت جو وہ رکھتا ہے) کس طرح بروئے کار لاتا ہے، اس کے بعد ثواب و عقاب کا مستحق قرار پائے لیکن یہاں پر الٰہی امتحان اُن امتحانات میں سے نہیں ہے جو انسان انجام دیتا ہے تا کہ دوسروں کے علم و عمل کی کیفیت معلوم کرے بلکہ امتحانِ الٰہی سے مراد کام کو انجام دینا، اُن استعداد و قابلیت کا ظاہر ہونا ہے جسے ہر ایک شخص رکھتا ہے یعنی انسانی شخصیت کا ظاہر ہونا۔

اس توضیح کے ساتھ کہ ہر ایک شخص کی زندگی میں ایسے حالات اور دو راستے پیش آتے ہیں جس میں سے ایک راستے کو وہ انتخاب کرتا ہے (بات اسی انتخاب پر ہے) اس کی قسمت بنانے والا وہ لمحہ ہے جب وہ فکر کرتا ہے، حساب و کتاب کرتا ہے، آئندہ کی فکر کرتا ہے تا کہ ان دو راستوں میں سے کسی ایک کی طرف قدم بڑھائے۔ راستہ اجتماعی اصلاح میں ہے یا شخصی فائدہ میں؟ وہ راستہ زودگزر لذتوں اور نفسانی خواہشات پر مشتمل ہے یا بلند میلانات و معنوی کمالات پر؟

اس مرحلے میں گناہ و ثواب کا اثر، معین کرنے والا اور بہت زیادہ اہم ہے کیونکہ

خداوند عالم کی حکمت وعدالت کا تقاضہ ہے کہ کارِ خیر اور ثواب کا عمل خداوند عالم کی رضایت حاصل کرنے اور رحمت و ہدایت سے فائدہ حاصل کرنے کا راستہ ہموار کرتا ہے اسی طرح سے بُرے کام، ہم نوع افراد کے حقوق ضائع کرنا، شہوت پرستی وظلم و جور (اور ایک کلمہ میں کہا جائے کہ گناہ) نعمت کے سلب ہونے، خود اعتمادی اور دنیا وآخرت میں طرح طرح کی گرفتاریوں کے پیش آنے کا راستہ ہموار کرتا ہے اور یہ اصول قرآن مجید کی اہم تعلیمات میں سے ہیں۔(۱)

اگر چہ خدا کی حجت انسان پر تمام ہوگئی ہے اور اس کی ہدایت کے لئے ہر زمانے میں انبیاء واوصیاء آئے تھے اس کے علاوہ طبیعی طور پر عقل وفہم جو''باطنی پیغمبر''اور تمام راستوں کو

۱۔کلام خدا انسان کو اپنے کردار کے مقابلے میں مسئول پہچنواتا ہے اور دنیوی واخروی جزاوسزا کو اس کا نتیجہ اور اس کے اعمال کے مجسم ہونے میں شمار کرتا ہے جیسے:''اور یہ [سزا] اس لئے ہے کہ خدا کسی قوم کو دی ہوئی نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے تئیں تغیر نہ پیدا کردیں کہ خدا سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔''(سورۂ انفال، آیت ۵۳)''یہ [سزا وعذاب] تمہارے گزشتہ اعمال و کردار کا نتیجہ ہے [ورنہ] خداوند عالم اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''(آل عمران، آیت ۱۸۲، انفال، آیت ۵۱)

''اے وہ لوگ جو کافر ہوگئے آج کوئی عذر پیش نہ کرو [جو قبول نہیں کیا جائے گا] کیونکہ صرف جو تم نے [دنیا میں] انجام دیا ہے اس کی سزا [وجزا] پاؤگے۔''(سورۂ تحریم، آیت ۷)

واضح کرنے والی ہے، اس کے باوجود یہ حیوانی خصلت، نفسانی خواہشات اور انسان کی لذت طلبی اُسے خطا، گناہ، دوسروں کے حقوق پر تجاوز اور اپنے اور دوسروں کو ظلم کرنے پر ابھارتی ہے۔ یہ دو گناہ ایسے ہیں جو یقیناً ردّعمل رکھتے ہیں:

ایک انسان کا معاشرہ و ماحول جو اجتماعی فساد، ظلم و اذیت اور دوسروں کے حقوق ضائع کرنے کا سبب بنتا ہے۔ دوسرے باطنی انعکاس جو گنہگار و مجرم شخص کی روح و دل میں پیدا ہوتا ہے اور جسے سنگدلی، روح کی بیماری و تیرگی اور دل کے مردہ ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ گناہ چاہے ہمارے باہری عالم میں ہو یا ذہنی اور اندرونی عالم میں؛ اختلال و تباہی ایجاد کرتا ہے کیونکہ گناہ معاشرہ کو فساد کی طرف کھینچتا ہے اور مختلف قسم کے جرائم و مظالم وجود میں آتے ہیں، انسان (مثلاً وہ جوان جو سالم فطرت رکھتا ہے) حق و حقیقت اور صحیح تشخیص قبول کرنے کی راہ کو کھو دیتا ہے اور گنہگار انسان کو سنگدل، غلط فہم، غیر منطقی اور باطل کو قبول کرنے والا بنا دیتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جسے کتاب خدا بھی بیان کرتی ہے(۱) اور عقل بھی اس پر استدلال کرتی ہے، ماہر نفسیات بھی اس کی تائید کرتے ہیں بلکہ بلند شخصیتیں اور مشہور افراد کی زندگی، مقاصد و کردار پر اگر اجمالی نظر ڈالی جائے تو واضح دلیل کے ذریعہ

۱۔ سورۂ روم، آیت ۱۰: ''اس وقت ان کا سرانجام جنہوں نے بدی کی ہے [بہت ہی] بدتر ہوگا [کیونکہ] انہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔''

معلوم ہوتا ہے جو انسان کے اچھے، بُرے افکار، رفتار و کردار پر تاثیر رکھتے ہیں اس طرح سے کہ اس تعجب خیز مخلوق اور جس کا وجود عجوبہ ہے جو دو طرف (یعنی) نیکی و بدی، شرافت و رذالت، اصلاح و فساد اور اطاعت و معصیت کی طرف لے جاتے ہیں (۱) یہ کس طرح سے ممکن نہ ہو حالانکہ دنیا تاثیر و تأثر، فعل و انفعال کی جگہ ہے جبکہ بہت سے انسان تاثیر پذیر اور تغیر و تبدّل کو قبول کرتے ہیں۔ اس جگہ جو عناصر و فعل و انفعالات کی ترکیب طبیعت میں ایک ردّ عمل ایجاد کرتی ہے، انسان کے آگاہانہ اور با اختیار اعمال کس طرح سے ممکن ہے کہ فرد اور معاشرہ میں تاثیر نہ رکھیں تاکہ اچھے بُرے، مفید یا ضرر رساں شئ وجود میں نہ آئے؟ الٰہی حکمت و عدالت حکم کرتی ہے کہ تمام اعمال و کردار بلکہ ہماری نیتیں بھی تاثیر رکھتی ہیں کہ بعض کو ہم نے اپنی زندگی میں بھی مشاہدہ کیا ہے، کسی نے صحیح کہا ہے کہ ؎

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو (۲)

لہٰذا معلوم ہوا کہ ''گناہ'' کتنے بُرے اور ضرر رساں اثرات رکھتے ہیں، گناہ کی بخشش یعنی گنہگار کی روح سے ان بُرے اثرات کو ختم کرنا، باغی و مجرم کے دل سے

۱۔ مثال کے طور پر تاریخی اشخاص جیسے نیرون، آتیلا، چنگیز کا نام نہیں لیں گے۔ موجودہ دور میں ظالم صدام کا نام لیا جاسکتا ہے جو ظلم و ستم کا واضح نمونہ تھا۔ کیا ایسے مفسِد افراد ان مفاہیم جیسے عدالت، مروّت، خدا اور قیامت کو حقیقی طور پر درک کرسکتے ہیں؟!

۲۔ اپنے عمل کے نتائج سے غافل نہ ہونا (کیونکہ) گندم سے گندم اور جو سے جو (ہی) نکلتا ہے۔

آلودگیوں کو دور کرنا جس نے آگاہ ہوکر توبہ کرلی ہے، وہ چاہتا ہے کہ پروردگار کے حکم پر سر تسلیم خم کردے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کرنا، خدا کے مقرب بندوں کی خدمت میں پہنچ کر ان سے توسل کرنا وہ عوامل ہیں جو خدائے رحمٰن کی رحمت ومغفرت کا سامان مہیّا کرتے ہیں اور توبہ کرنے والے زائر کو گناہ کی آلودگی سے پاک ہونے کے لائق بناتے ہیں۔

آخری نکتہ یہ کہ گناہوں کی بخشش، دل کے پاک ہونے، ثواب حاصل کرنے (کچھ اس طرح کے دوسرے مفاہیم) جیسے الفاظ خیالی معانی نہیں ہیں بلکہ وہ حقائق ہیں جو اگر حاصل ہو جائیں تو اس کی تاثیر زائر میں نظر آتی ہے، نہ صرف وہی بلکہ دوسرے بھی اس کی خدا پسند رفتار، تازہ روح اور حالت کی تبدیلی کا مشاہدہ کرتے ہیں، جب تک یہ اثرات اس شخص میں نہ پائے جائیں اس وقت تک اس کی زیارت کے قبول ہونے اور اس کی مغفرت وبخشش پر اطمینان حاصل نہیں کرسکتے۔

امامؑ کی معرفت کی اہمیت

حقیقی زیارت میں بے انتہا ثواب جو اس زائر پر مترتب ہوتے ہیں یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب احادیث میں مذکورہ شرائط، ظاہری و باطنی آداب کی رعایت کے ساتھ انجام پائے۔ زیارت سے مربوط اہم ترین شرط جو احادیث میں وارد ہوئی ہے ''**امام کے حق کی معرفت**'' ہے اور اُن کی ملکی وملکوتی معرفت اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جب امام کے پورے وجود پر نگاہ رہے نہ یہ کہ ایک یا دو زاویئے سے اس کی شخصیت پر نظر ڈالی جائے۔

ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کی اہمیت جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعیین کردہ وسیلہ ہیں اس میں ہے کہ وہ (حضراتؑ) روحانی وملکوتی زاویئے سے قوی تھے، ہمیشہ خدائے منّان کی نگاہ اور اس کے فیوض سے مستفیض تھے نیز اجتماعی وتعلیمی وظائف انجام دیتے تھے، پاک طینت افراد کو اپنی تعلیم وتربیت میں قرار دیتے تھے اور معاشرے میں قرآنی احکام نافذ کرنے اور خدائی حاکمیت کی پائیداری کے لئے بھی ضروری سعی وکوشش کرتے تھے۔

اس طرح کہ واقعی تمام جوانب سے امامؑ کی معرفت کا لازمہ اُس حق کی معرفت ہے جو مأموم (زائر) رکھتا ہے، امامؑ کا مأموم پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اُسے خداوند عالم کی جانب سے ''مفتَرض الطّاعة'' شمار کرے یعنی اس کی اطاعت کو اپنے اوپر واجب جانے، اس کے فرمان کو سنے اور اس کی تعلیمات کو قبول کرے، یہ امام کی معرفت کے

ساتھ، ساتھ زائر کے اہم ترین باطنی آداب میں سے ہے جسے سیکھنا چاہئے۔ اس طرح کہ زائر کی اہمیت اور ثواب کے بارے میں (ایک) حدیث وارد ہوئی ہے:

عبداللہ بن میمون قدّاح کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی:

''جو شخص امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت کرے اس حالت میں کہ ان کے حق کی معرفت رکھتا ہو بغیر اس کے کہ [ان کے فرمان کی] مخالفت اور تکبر کرے، اس کی جزا کیا ہے؟''

حضرت نے جواب دیا:

''اس طرح کے زائر [کا ثواب] ہزار حج مقبولہ اور ہزار حج مبرورہ [اس کے نامۂ اعمال میں] لکھے جاتے ہیں اور اگر دنیا کی مشکلات میں گرفتار ہو تو خوش بخت، نیک عاقبت ہو جائے گا اور ہمیشہ رحمتِ خدا اس کے شامل حال ہو گی۔'' (۱)

۱۔ کامل الزیارات، ص ۱۴۵، حدیث ۳

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ذوق

گفتگو زیارت کے بارے میں ہے لیکن شہیدوں کے سردار و حرّیت پسندوں کے امام کی زیارت آپؑ کی شہادت کے واقعہ سے جدا نہیں ہو سکتی اور ان کی شہادت معبودِ اعلیٰ سے ان کا عشق جدا نہیں لہٰذا حضرت امام حسین علیہ السلام کی داستان کو عشق کے بغیر ذکر نہیں کیا جا سکتا لیکن میری نظر میں یہ عشق ''ایمان'' کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ عشق جب معنوی معشوق اور خدائی محبوب کے متعلق ہوتا ہے وہی ''ایمان'' ہے جو جوش و ولولہ، راز محبت و قوت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ دوسری عبارت میں یوں کہا جائے کہ وہ مذہبی عقائد و یقین ہے جو انسان کے پاک احساسات اور بلند ترین عواطف و رجحانات کے ساتھ ہوتے ہیں اور قلب میں راسخ ہو کر خود دل ان سے وابستہ ہو جاتا ہے جی ہاں اسی کو ''ایمان'' کہتے ہیں۔

زیارت کے بارے میں روایات کی تحقیق و جستجو میں اُن احادیث سے روبرو ہوتے ہیں جن میں ''ذوقِ زیارت'' اور ''مودّتِ زائر'' کی گفتگو ہوئی ہے اور حقیقتاً وہ رہنما جو الٰہی عاشقین ہیں ان کی زیارت جوش و ولولہ، شوق و رغبت کے بغیر انجام نہیں دی جا سکتی کہ یہی رغبت و محبت زائرین کے دل میں ''محبتِ خدا'' کے پیدا ہونے کا وسیلہ ہے اور اس گروہ میں

قرار پانے کا سبب ہے جن کے اوصاف قرآن کریم اس طرح بیان کرتا ہے: ''وَ الَّذین آمَنوا اَشَدُّ حباً لِلّٰه.''(۱) اس باب میں چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا محل و مسکن بہشت ہو اُسے چاہئے کہ ''مظلوم'' کی زیارت ترک نہ کرے۔ راوی حدیث ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟

امام نے فرمایا: ''حسینؑ ابن علی علیہ السلام صاحب کربلا۔'' جو شخص ان کی خدمت سے شرفیاب ہوگا درحالیکہ ان کا ذوقِ دیدار رکھتا ہو اور رسول خدا، فاطمہ زہرا، امیر المومنین علیہم السلام کی مودّت کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے جائے؛ خداوند عالم اسے بہشتی دسترخوان پر بٹھائے گا تاکہ ان کے ساتھ [ان غذاؤں سے] استفادہ کرے اس وقت جب کہ لوگ اپنے اعمال کا حساب دینے کی حالت میں گرفتار ہوں گے۔(۲)

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اہل بہشت میں سے ہے یا نہیں اسے چاہئے کہ ہماری محبت اپنے دل و جان میں رکھے، اگر (ہماری محبت کو)

۱۔ سورۂ بقرہ، ۱۶۵ ویں آیت کا جزء، آیت کے آغاز سے اس طرح ترجمہ ہے: ''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں [جیسے بتوں اور باطل دعوے کرنے والوں] کو اس کا مثل قرار دیتے ہیں اور ان سے اللہ جیسی محبت بھی کرتے ہیں جبکہ ایمان والوں کی تمامتر محبت خدا سے ہوتی ہے۔''

۲۔ کامل الزیارات، ص ۱۳۷، حدیث ۲، اور ص ۱۴۱

قبول کرلے تو وہ مومن ہے اور جو شخص ہمارا محبّ ہے اسے چاہئے کہ قبر حسین علیہ السلام کی زیارت پر راغب ہو لہٰذا جو امام حسین علیہ السلام کا زائر ہوگا ہم اس کے خاندان کو اپنی دوستی سے پہچانیں گے اور وہ اہل بہشت میں سے ہے لیکن جو شخص امام حسین علیہ السلام کے زائرین میں سے نہ ہو تو اس کا ایمان ناقص ہے۔(۱)

۳۔اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ خداوند متعال ''محبت'' رکھتا ہے لیکن بعض اموراس کے نزدیک ''محبوب''اور بعض مکروہ وناپسند ہیں؛ حدیث ذیل کو جو معنوی اہمیت، اماکن متبرکہ کی فضیلت یا سید الشہداء علیہ السلام کی تربت پاک کے بارے میں شبہات کے حل کرنے کی کنجی ہے؛ نقل کرتے ہیں:

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں: میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ امامؑ بخار کی حالت میں شدید بیمار تھے۔

حضرت نے مجھ سے فرمایا:''اے ابو ہاشم! ہمارے چاہنے والوں میں سے کسی مرد کو حائر (حسینؑ) کی طرف بھیجو تا کہ خدا کو پکارتے ہوئے میرے لئے دعا کرے۔''

آپ کی خدمت سے شرفیاب ہو کر (نکلا تو) علی ابن بلال سے ملاقات ہوئی۔ جو امام نے مجھ سے فرمایا تھا ان سے بیان کیا، ان سے چاہا کہ وہ حائر حسینؑ کی طرف جائیں۔

۱۔کامل الزیارات، ص۱۹۳، حدیث۴

انہوں نے کہا: ''میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں، اطاعت گزار ہوں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یقیناً امام علی نقی علیہ السلام حائرِ حسینیؑ سے افضل ہیں کیونکہ جو حائر میں (قبر امام حسینؑ) ہیں ان کی بھی وہی منزلت ہے، آنحضرتؑ کو اپنے لئے دعا کرنا اس دعا سے بہتر ہے جو میں حائر میں (جا کر) ان کے لئے دعا کروں۔''

جو چیزیں علی ابن بلال نے کہی تھیں میں نے اسے امامؑ کی خدمت میں بیان کیا؛ امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے جا کر کہو:

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خانۂ خدا اور حجر اسود سے افضل تھے لیکن (آپؐ) خانۂ کعبہ کا طواف کرتے، حجر (اسود) پر ہاتھ پھیر کر بوسہ دیتے تھے۔ بیشک خداوند عالم کے نزدیک (کچھ) ممتاز زمینیں ہیں کہ خدا چاہتا ہے ان میں دعائیں کی جائے اور جو (ان میں) دعا کرتا ہے اُسے (خدا) قبول کرتا ہے [اس کی حاجت بر لاتا ہے] حائرِ حسین علیہ السلام انہیں خطّوں میں سے ایک ہے۔''(۱)

۱۔ کامل الزیارات، ص۲۷۴، باب التسعون۔ یہ حدیث تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ دوسرے دو طریقوں سے اسی باب میں نقل ہوئی ہیں۔

بیشک ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کا مقدس حائر ایسا خِطّہ ہے جسے خداوند عالم نے یہ امتیاز عطا کیا ہے کہ اس میں دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور مشکلات میں گرفتار (لوگوں) کا ہم وغم دور ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ آپؑ نے دین خدا کی راہ میں عظیم ایثار و فدا کاری انجام دی ہے۔ کیونکہ اسی شہید امامؑ کا قیام تھا جس نے کافر و ظالم یزید بلکہ تمام امویوں کو ذلیل و رسوا کر دیا اور اسلامِ امامت کو مدعیانِ خلافت و ملوکیت کے جانشینی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام سے جدا کر دیا، کلی تحریف اور احکام قرآن کے منسوخ ہونے خصوصاً مسئلۂ حقیقی کی حفاظت کی، یہ ایک طرح سے آپؑ کا خدا کی نسبت شکریہ اور جزاء (بجالانا) ہے وہ بھی اس طرح سے:

خدائے شکور کی جزا: خداوند عالم کے صفات میں سے ایک صفت ''شکور'' ہے یعنی مخلص مومنین کے عمل کے مقابل وافر جزاء عطا کرتا ہے اور اسی طرح سے اپنے صالح و مخلص بندوں کا ''شکریہ'' ادا کرتا ہے۔

''شکور'' کی صفت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اُس مظلوم شہید کو (جس نے بے نظیر فدا کاری کی اور اپنے محبوب کی راہ میں تمام کاموں کو پورے اخلاص کے ساتھ انجام دے کر طیب و طاہر ہو گیا)؛ مناسب جزا عطا کرے، وہ جزا جو اس کی وسیع عظمت و رحمت اور صفت ''شکور'' سے متناسب ہو نہ اُس ایثار کے متناسب، یہ جزا وہ فضائل و امتیازات ہیں جو ''زیارت'' و ''زائر'' اور سید الشہداء علیہ السلام کی ''زیارتگاہ'' رکھتی ہے، احادیث میں (جس کا) ذکر ہوا ہے۔

خاص طور پر یہ کہ خدائے مہربان نے اس طرح کی جزا وثواب کو اپنے اوپر مرقد حسین بن علی علیہ السلام کے زائروں کے لئے حق شمار کیا ہے(ا)اوراس کے ادا کرنے کا خدا نے وعدہ کیا ہے۔

بیشک ہمارا پروردگار کتنا مہربان اور رحم کرنے والا ہے مگر ہم اس کی نعمتوں سے غافل ومنکر! اور خدا کی رحمت ومغفرت کے کتنے اسباب فراہم ہیں لیکن ہم (ان سے) بے توجہ اور غفلت میں!

ا۔دوحدیثوں میں ''حقٌ علی اللّٰہ'' کی عبارت ہے یعنی خدا پر لازم وثابت ہے۔(کامل الزیارات، ص٣١٢، حدیث٢، وص١٦٨، حدیث ٥)اورایک حدیث میں ''حقیقٌ علیٰ اللّٰہ'' آیا ہے یعنی خدا کے لئے شائستہ ہے۔(گزشتہ حوالہ، ص١٦٧، حدیث٣)

امام حسین علیہ السلام کی تربتِ پاک سے شفا طلب کرنا

امام حسینؑ بن علی علیہ السلام کی مرقد مطہر کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ خداوند عالم نے آپ کے قبر کی مٹی میں شفا قرار دی ہے۔ مطلب واضح کرنے کے لئے متعدد احادیث جو (ہم تک) پہنچی ہیں نقل کرتے ہیں اس کے بعد اس کی توضیح دیں گے:

حدیث کے راوی (ابن ابی یعفور) کہتے ہیں (میں نے) امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: ''جو شخص قبر حسین علیہ السلام کی خاک لیتا ہے اس سے [شفا] پاتا ہے اس کے برخلاف کوئی دوسرا شخص (اس خاک کو) لیتا ہے مگر اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس کا فلسفہ کیا ہے؟''

امام نے فرمایا: ''ایسا نہیں! اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں؛ کوئی شخص نہیں جو بذاتِ خود یہ یقین رکھتا ہو کہ خدا اس تربت کے ذریعہ اسے فائدہ پہنچائے گا مگر یہ کہ خود خداوند عالم نے اُس (تربت) کو سلامتی و فائدہ حاصل کرنے کا وسیلہ (و ذریعہ) بناتا ہے۔''(۲)

۲۔ کامل الزیارات، ص۲۷۴، حدیث ۱

جیسا کہ مذکورہ حدیث میں تصریح ہوئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی خاک سے استفادہ کرنے کی اصلی شرط اُس کے شفا بخش ہونے پر عقیدہ (و یقین) ہو اور یہ عقیدہ و یقین (جو بدن میں روحی تاثیر کے ساتھ) علاج میں بھی مدد کرتی ہے۔

مگر جو چیز اہم ہے کہ ہر توحید پرست اس پر یقین رکھتا ہے یہ وہ (ایک) حقیقت ہے کہ تاثیر و تائثر پروردگار سے ہے۔ جو تاثیر نباتاتی دوائیں اور کیمیائی اکسیر بدن پر رکھتی ہیں ان کے بنانے والے جو ان مواد کو ترکیب دیتے ہیں یا ان کے خواص کو کشف کرتے ہیں، خود وہ (بنانے والے) افراد اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ان نباتات و کیمیائی مادّے کے خلق نے اس تاثیر کو وجود میں لایا ہے لہٰذا اُن دواؤں کے دانشوروں اور ڈاکٹروں کی کیا اہمیت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی اہمیت فطری طور پر رموز کشف کرنے میں ہے جو مسلسل تجربہ کے بعد حاصل کرتے ہیں، خود اس طرح کا کام اہم اور قابل تعریف ہے۔

اسی بنا پر دقت و انصاف کے ساتھ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ حقیقتاً تمام چیزوں کی تاثیر و خواص کا موجد اور تمام تکالیف کی دوا صرف خدا ہے، ڈاکٹر اور دوائی بنانے والے یہ سب کے سب اسباب و ذرائع ہیں۔ البتہ اس دنیا کے مخصوص نظام میں (جو عالَم اسباب ہے) یہ چیزیں ضروری ہیں۔

بیشک! توحیدی نکتۂ نظر سے ایک عمیق نگاہ سے دیکھے تا کہ ان ظاہری اسباب کو چھوڑ کر مسبّب الاسباب پر نگاہ رہے۔ ذہن میں پہلے سے بنائے ہوئے بتوں کو توڑنا اِسی بینش و نظر کی سب سے پہلی، ضروری شرط ہے۔ کیا ہم اس طرح کے جہادِ نفس کی قابلیت رکھتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے سے متعلق بحث

امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے متعلق مطالب میں ایک چیز ہے جس کا احادیث میں بھی ذکر آیا ہے، وہ آپؑ پر گریہ کرنا ہے۔ اس سے متعلق متعدد موضوع کی توضیح ضروری ہے:

۱۔ گریہ کرنا اور ہنسنا فطری امر ہے یہ انسان کے انفعالی حالات میں سے ہے جو غم، خوشی یا شوق کے مقدمہ کے ساتھ ہے، اس کے بعد دو طرح کا احساس پیدا ہوتا ہے لہٰذا یہ بہت کم امر و نہی یعنی شرعی ذمہ داری کے متعلق قرار پاتا ہے۔ جو چیزیں اچھے بُرے، ہنسنے رونے کے متعلق مذہبی تعلیمات و اخلاقی احکام میں آئی ہیں انہی روحی ولولے اور مقدمات سے مربوط ہیں جو ہمارے صحیح یا فاسد عقائد و دل بستگی کی حکایت کرتے ہیں، انسان کی شخصیت و روش کو بتاتے ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے: ''تو وہی ہے جس کا تو اسیر ہے۔''

۲۔ رونا، ہنسنا ہماری روح کے تاریک زاویوں کے دریچے ہیں، کیونکہ یہ دو ''انفعالی حالت'' اس ''فعل'' کو روشن کرتی ہے جو انہیں حرکت میں لاتی ہے۔ درج ذیل مثالیں اس باب میں ایک توضیح کے طور پر بیان ہو رہی ہیں۔(۱)

۱۔ کیونکہ اصل بحث گریہ کے بارے میں ہے لہٰذا ہنسنے کے بارے میں مثال ذکر کرنے اور مزید گفتگو کرنے سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ گریہ کرنے کے لئے ایک روحانی محرّک ضروری ہے۔ یہ محرک عام طور پر غمناک واقعات ہیں مثلاً بیٹے اور عزیزوں کی موت، بیماری، درد یا مال ضائع ہو جانا اور دوسرے مصائب۔

ممکن ہے کہ گریہ کرنے کا سبب نیک دوست یا ناصح استاد کا فراق ہو یعنی جو افراد انسان کی انس والفت یا تعلیم وتربیت کا سبب ہوں۔ یہ حرکت، ولولہ صرف طالبِ کمال اور ان لوگوں میں پایا جاتا ہے جو تہذیبِ نفس میں قدم بڑھاتے ہیں نہ کہ تمام لوگوں میں۔

۳۔ کبھی گریہ شدید تاثیر، اہم اور برتر ولولہ پیدا کرتا ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب اُس شخص کے عقیدتی امام و رہنما کی شہادت ومصیبت ہو اور اسی طرح ہے اجتماعی سیاسی و فکری رہبری کے ہم رائے ہونا (تائید کرنا) جب انسان کی معاشرتی، فکری حیات اس کی رہنمائیوں سے مربوط ہوں۔

۴۔ کبھی گریہ کا مقدمہ ''شوق'' ہے نہ کہ غم جیسا کہ انسان جب اپنے اُس بیٹے کا دیدار کرتا ہے جو ایک طولانی سفر کے بعد واپس آیا ہے (خود بخود) آنسو نکل پڑتے ہیں لیکن یہ گریہ دل افروز ہے اسی طرح امام کے مزار کا دیدار کرتے ہی اشکِ شوق دیدار جاری ہو جاتے ہیں، دل کے پھول کِھل اٹھتے ہیں۔

گریہ پر کچھ تنقید اور اُس کا نتیجہ: یعنی وہ روحی محرّکات جو انسان کی شخصیت کو روشن کرتے ہیں ان کے بارے میں بحث کریں گے۔

چند لمحوں میں یہ جان سکتے ہیں کہ جو چیز گریہ کا محرّک وسبب ہوتی ہے عموماً یا خود پسندی ومحبتِ نفس ہے یا فضیلت طلبی، کمال دوستی اور خیر خواہی:

ا۔ بیٹے کی موت یا رنج ودرد یا مال کے ضائع ہوجانے پر ہمارا غم واندوہ درحقیقت شخصی رشتہ داریاں اور فردی وابستگیوں کے سبب ہے جس کا بلند واہم مرحلہ شائستہ دوست یا روحانی استاد ومعلم سے محبت کی صورت میں اجاگر ہوتا ہے۔ نیک دوست یا اخلاقی مربی کی جدائی سے حاصل ہونے والا غم ممکن ہے اصلاح وتربیت کے رابطے کے سبب ہو لہٰذا اس کی اخلاقی اہمیت اس محرّک سے وابستہ ہوتا ہے جو مدنظر شخص کی روح میں دیکھنے کو ملتے ہیں پس کیا اس دوستی، وابستگی میں ''خود'' زیادہ موردتوجہ تھی یا اصلاح وخیر وکمال؟

۲۔ لیکن تیسری قسم میں جو الٰہی رہنماؤں اور معاشرتی، عقیدتی رہبروں کو کھودینے پر تاثیر و ماتم ہوتا ہے اس کی علت ان فضائل وکمالات سے محبت (ودوستی) ہے جو ان (افراد) کے وجود میں نمایاں اور ان کے کردار وگفتار میں آشکارا پائے جاتے ہیں اور ان فداکاریوں کو جو انہوں نے انسانی حقوق کے دفاع کی راہ میں انجام دی ہیں۔

اسی وجہ سے ہمارے بارہ معصوم اماموںؑ پر عقیدہ وایمان ہے جو دین اسلام کے بہترین نمونۂ عمل ہیں۔ یہ افراد جن کی نورانی ہدایت عمومی، ان کی فیض بخشی عام ہے اور کسی خاص قوم یا ملک تک محدود نہیں ہوتی بلکہ ہر زمان ومکان میں تاریخِ بشریت کی عظیم وسعت کو گھیرے ہوئے ہے۔

ان حضرات کی شہادت ایک شخص کا فقدان نہیں بلکہ فضلیت کو کھو دینا وسوگِ انسانیت ہے لہٰذا زائر کا ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور ان کے مصائب پر رنج وغم؛ خدا پرستی، اس انسان کے تئیں احترام، کمال ہے، وہ محبت ہے جو اُن اماموں سے رکھتا ہے نتیجتاً زیارت کرتے وقت رغبت آمیز وغم انگیز احساسات تحریک پاتے ہیں اور اس کی آنکھوں سے اشک جاری ہوجاتے ہیں۔ اسی بنا پر اس طرح کے عارفانہ گریہ کی حقیقت عادی رونے سے مختلف ہوتی ہے، اسی وجہ سے احادیث میں اس کے لئے ایک خاص اہمیت ذکر ہوئی ہے اس طرح کہ آنسو کا ایک قطرہ خدا کے غضب کی آگ کو خاموش کر دیتا ہے۔(۱)

۳۔ دوسرا نکتہ جسے زیادہ سے زیادہ روشن کر کے بیان کرنا چاہئے کہ محدود زمانہ ہے جسے ایک مصیبت وغم انگیز واقعہ کو گھیر سکتا ہے۔ اگر (یہ) مصیبت وگرفتاری شخصی یا رشتہ داروں میں ہو تو اس واقعہ کی اہمیت ایک دو سال تک ممکن ہے غم انگیز، ماتم کا سبب بنے اور کبھی کبھی اس کے دل سے ایک سرد آہ نکلے اور آنکھوں سے گرم اشک جاری ہوجائیں لیکن کبھی یہ تأثر کن واقعہ انبیائے الٰہی، ہدایت کے رہنماؤں اور صحیح عقیدوں کے بانیوں سے وابستہ ہوتے ہیں کہ ان واقعات کے رونما ہونے کا سبب امت کے منجی و ہادی سے

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کوئی چیز نہیں جسے پیمانہ اور وزن سے تولا جاتا ہو سوائے اُن جاری اشکوں کے جس کا ایک قطرہ آگ کے دریاؤں کو خاموش کر دیتا ہے.....(الاصول من الکافی، باب البکاء، ج ۲، ص ۴۸۱-۴۸۲)

مغرور ظالم کی عداوت ومخالفت ہوتو دنیا میں حق و باطل، معاشرے میں ظالم ومظلوم اورافق کی پیشانی پرنوروتاریکی روشن ہوجاتی ہے۔عدالت وکرامت کے عاشقوں میں ان کی ماتم داری بس جاتی ہے اور روحی گریہ اور (ظالموں سے) دریغ کرنے کا محرک (وجود میں) آجاتا ہے۔

اسی وجہ سے شیعیان عالم تاریخِ اسلام کی چودہ صدیاں گزرجانے کے بعد بھی ہمیشہ امام حسین علیہ السلام کی عظیم مصیبت پر رنجیدہ وغمگین رہتی ہے اور رہے گی،نوحہ وگریہ کرنے والے اس دردمندانہ واقعہ کونالہ وفریاد کے ساتھ ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔

۴۔سیدالشہداء علیہ السلام کے ذکرمصائب ومجالس برپاکرنارونے کاایک ذریعہ ہے گرچہ گریہ کے بارے میں جن فوائد کو ہم نے شمار کیا انہی مجالس کے برپا کرنے سے حاصل ہوتے ہیں خصوصاً (وہ مجالس جو) موعظہ وتعلیم، اجتماعی مسائل کے تجزیہ اوراخلاقی نکات کے مقدمہ کے ساتھ تشکیل پاتی ہوں۔اُس عظیم واقعہ کی دردناک یادیں خصوصاً ایام عزا میں جوایک خاص حالت، ولولہ اور گریہ کے ہمراہ ہے، روح کو لطافت، احساسات میں جوش پیدا کرتی ہیں، عزاداروں کو بہترین تحریک دینے والی چیز اُس شہید امامؑ، راہ خدا کے مجاہد کی اطاعت سے ہے۔بہت سے شیعی انقلاب ماہ محرم میں عزاداری، امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے، ان کی مظلومیت یاد کرنے اور راہِ حق وحقیقت میں آپؑ کی استقامت و پائیداری کی بناپرانجام پائے جیسا کہ ہم ملک کی سرحدوں اورصدامیوں کے تجاوز کے

دفاع کے زمانے میں (۱) اس کے بہت سے زندہ و وافر نمونے اُس مسلط کردہ جنگ میں رونما ہوتے تھے اور غاصبوں اور بڑی طاقتوں کے ساتھ جنگ میں ہمارے سپاہی، فوج کا جوش، مقصد؛ حسینیؑ ولولہ اور کربلا میں حرم مطہر کی زیارت کا عشق اس کی راہ تھی اور ہم جانتے ہیں یہ باطنی وقیمتی سرمایہ فقط امام حسین علیہ السلام کے مجالس وگریہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

اسی بناپر اس عزاداریٔ شہدائے کربلا اور امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا سیاسی و جنگی لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے جیسا کہ فقیہ مجاہد امام خمینیؒ فرماتے ہیں: ''ہم سیاسی گریہ کرنے والی قوم ہیں اور انہی اشکوں کے ذریعہ سیلاب برپا کرتے ہیں اور وہ تمام رکاوٹیں جو اسلام کے خلاف کھڑی کی گئی مسمار کردیتے ہیں۔''

البتہ ان نتائج کے حصول میں، اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کے قیام سے واعظ و ذاکر کی درست فکر و علمی شخصیت اور ان (حضرات) کے صحیح و جامع درک کرنے میں بہت زیادہ تاثیر رکھتی ہے۔(۱)

۱۔ اسلامی جمہوریہ ایران کی صدام اور اس کے حامیوں سے آٹھ سال طویل مسلط کردہ جنگ مراد ہے۔

۱۔ امید کی جاتی ہے کہ علماء اور خود فاضل ومتعہد ذاکرین، مصیبت پڑھنے والوں کی علمی بنیاد کی تقویت واصلاح میں جو ضروری شرائط نہیں رکھتے (ان کے خلاف) اہم اور فوری اقدامات انجام دیں تاکہ مجالس سے مذکورہ نتائج جو اُس بزرگ شہیدؑ کے نام پر برپا ہوتی ہیں حاصل ہوسکیں اور اس طرح کا مفید و کارساز عمل بعض افراد کے کسب (معاش) کا ذریعہ قرار نہ پائے اور اپنے اصلی مقصد سے منحرف نہ ہوں۔

۵۔ گریہ انسان کی وہ گویا زبان ہے جو مورد تجاوز و ستم قرار پائی اور جس کا حق ضائع ہو گیا ہے؛ وہ زبان جسے کوئی طاقت نہیں کاٹ سکتی۔

اُس وقت جب ظالم و جابر طاقتوں سے ظاہری فوج و قدرت کے ذریعہ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور دباؤ و اختناق کی شدت اس حد تک ہو کہ لفظی تنقید بھی ممنوع ہو (اس وقت) صرف گریہ کا اسلحہ ہی کام آتا ہے اور ان گریہ کناں آنکھوں سے ظالموں کے اقدامات پر نفرت و غصہ کا اظہار ہوتا ہے؛ یہی سیاسی گریہ کی دوسری جہت ہے خصوصاً امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی میں ہم اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جس کی تشریح بعد میں آئے گی۔

۶۔ گریہ کے بعد (خاص طور پر جو انسان کے بلند عواطف سے ہوں نہ کہ شخصی میلانات سے) انسان میں ایک معنوی جوش کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ روحانی رموز کھل جاتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا ہے:

اشکم از دیده چو افتاد دلم تسکین یافت

ای خوش آن درد که یك قطره کُند درمانش (۱)

گویا رونے کے بعد بدن راحت محسوس کرتا ہے، اس شخص کے غم و ماتم میں کمی آجاتی ہے، دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور ذہن و دل کو خدا کی یاد گھیر لیتی ہے۔ اس کے برعکس ہنسی جو

۱۔ میری آنکھ سے جیسے ہی اشک گرے میرا دل سکون پا گیا۔ خوشا اُس درد کا جس کے ایک قطرہ نے علاج کیا۔

معمولاً غفلت یا حق و ذمہ داری سے بے خبری کی بنا پر ہوتی ہے اور اس کی خوشی سطحی اور جلدی گزر جانے والی ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس بات کے برخلاف جو ابتداء میں گمان ہوتا تھا کہ گریہ ہنسی کے مقابل اخلاقی و تربیتی اہمیت رکھتا ہے اور ہمیشہ گریہ، گریہ کرنے والے کی ناتوانی یا غم واندوہ کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ایک روحی حاجت ہے اور اسی اشتیاق وشدتِ غم کے مقدمہ کے ساتھ شروع ہوتا ہے جسے "گریۂ شوق" کہتے ہیں جس کا ایک مصداق ونمونہ وہ گریہ ہے جو امامؑ کے مرقد کی زیارت کا شوق اور ان کے حرم میں حاضر ہونے کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری، ذکر مصائب جو ہمیشہ سوزِ دل اور بہتے اشکوں کے ساتھ انجام پاتا ہے ایسی پسندیدہ سنت ہے جو شیعوں کی تاریخ میں جاری ہے، ایسا معنوی سلسلہ ہے جو شیعوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے قریب اور انہیں اُس مظلوم شہید کی بلند و تابناک روح کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے اور ان کی عمیق محبت کو دلوں میں بٹھا دیتا ہے۔ ان اشکوں کا سیلاب جو آپ کے فرزند ارجمند امام زین العابدین علیہ السلام، آپ کی بہن زینبؑ اور دوسرے رشتہ داروں کی آنکھوں سے جاری ہوئے اور محبوں کے اشکوں کی نہروں کو بھی ساتھ لاتے ہیں جو خدائے مہربان کی بے انتہا رحمت ومغفرت کے سمندر میں مل جاتے ہیں کیونکہ وہ ایسا سمندر ہے جس کا خالص چشمہ عاشقوں کے دلوں سے جاری ہوتا ہے وہ ایسا معرفت ومحبت کا آمیزہ ہے جو حتماً رحمتِ الٰہی کے ساتھ ہے، توبہ کرنے والا گنہگار اس

خالص چشمہ میں وارد ہو کر ہے اپنے گناہوں کی آلودگیوں اور بدکاریوں کو دور کر سکتا ہے۔

مؤلف کے نظریہ کے مطابق اُس امام پر گریہ کی معنوی اہمیت و تاثیر جو گناہ کے بُرے اثرات کے محو ہونے اور طہارتِ قلب کا سبب بنتی ہے، اسی معنوی رابطہ کا اثر ہے جو گریہ کرنے والے اور امامؑ کے درمیان برقرار کرتی ہے یہ ایک طرح کی حرکت جو مقصد اور راستہ میں اتحاد و یکجہتی کو ایجاد کرتا ہے۔(۱)

عرفان حسینیؑ کے حامل شیعہ امام حسین علیہ السلام کے حق میں محبت اور ان کی مظلومانہ شہادت پر گریہ، اس امامؑ کی محبت و ولولہ کے علاوہ کچھ نہیں یہی اور یہ مطلوبہ کمال امام کی اطاعت و پیروی کرنا ہے۔

اب اس باب میں ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات پر نظر ڈالی جائے گی:

۱۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''بیشک بندے کے لئے وہ چیز جو ناراضگی کا سبب ہے گریہ و ناشکری کرنا مکروہ اور ناپسند ہے مگر امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کا ثواب ہے۔''(۲)

۱۔ کیونکہ اگر اس عقیدہ، مقصد و حرکت میں اتحاد و ہماہنگی نہ پائی جائے تو وہ غم و تاثیر جو گریہ کا مقدمہ ہے، وجود میں نہیں آئے گی۔

۲۔کامل الزیارات، ص۱۰۰، حدیث۲

۲۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہر مومن جو امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے پر اس کی آنکھوں سے اشک جاری ہوں اس طرح کہ اس کے رخسار پر آ جائیں؛ خدا اُسے جنت کے حجروں میں سے ایک حجرہ عطا کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔''(۱)

۳۔امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگانی میں (آپؑ کا) غم واندوہ، گریہ کرنا کہ (آپؑ نے) خود بنی امیہ کے مظالم اور اپنے پدر بزرگوار کے مظلومانہ قتل ہونے کو مشاہدہ فرمایا تھا؛ بہت زیادہ نقل ہوا ہے، چونکہ یہ حادثہ تازہ اور زمانۂ قریب میں رونما ہوا تھا ایک فطری امر ہے من جملہ ان روایات کے جن میں سے ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے:

امام زین العابدین علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہ السلام پر بیس سال غمگین و گریہ کناں تھے، آپ کے سامنے جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ گریہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کے خادم نے کہا: اے فرزند رسولؐ! (اتنا زیادہ گریہ کرنے سے) آپ کی جان نہ چلی جائے۔امام نے فرمایا: ''بیشک میں اپنے رنج وغم کو [بازبان گریہ] خدا سے کہتا ہوں، اس کے [بے انتہا لطف وکرم] سے اس چیز کا علم رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(۲) میں کبھی بھی اولادِ فاطمہؑ کے قتل کو یاد نہ کرتا مگر یہ کہ اشک غم میرے گلے کو فشار دیتا ہے کہ سانس بند ہو جاتی ہے۔''(۳)

۱۔کامل الزیارات، ص۱۰۴، حدیث ۹ ۔۔۔ ۲۔سورۂ یوسف، آیت ۸۶

۳۔کامل الزیارات، ص۱۰۷، حدیث ۱

تشریح: اگر امام زین العابدین علیہ السلام کے جاں گذار واقعۂ کربلا کے زمانۂ قریب (خصوصاً اس واقعہ پر حاضر و ناظر تھے) یاد کریں اور یہ کہ امامؑ کے انسانی عواطف عام لوگوں سے قوی تر ہیں خصوصاً اُس پدر مظلوم کی نسبت، کس حد تک آپؑ کے طولانی غم و اندوہ اور ماتم کے بارے میں ہمارے تعجب کرنے میں کمی آتی ہے لیکن یہ نکتہ کہ بہر حال امام زین العابدین علیہ السلام کا رنج و غم آپ کی فطری اور روحی حالت تھی لیکن معاشرتی و عمومی نکتۂ نظر سے بھی ایک بڑا فائدہ رکھتا تھا کیونکہ زبانِ کردار کے ذریعہ (نہ کہ گفتار سے) قیام حسینیؑ کی عظمت، وہ ظلم و جور، جو اہل بیتِ پیغمبرؐ پر کئے گئے، سرانجام یزید اور امویوں کے کفر کے جھوٹے پرچار کا پردہ فاش کیا، جاہل فریب کھائے ہوئے مسلمانوں کو ہوشیار اور اس حقیقت سے آشنا کیا اسی وجہ سے امامؑ کا دائمی غم، اشک رواں، خود سکوت و قیام میں ایک فریاد اور حد امکان ایک تبلیغ تھی۔ خدا کا درود و سلام ہو اُس شہید شہید زادہ کی پاک طینت پر جس نے اپنے پدر بزرگوار کے نیک مقصد کو بخوبی آگے بڑھایا۔

تتمہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی قبر مطہر کی زیارت کے علاوہ علماء، صلحاء اور امامزادوں کے قبروں کی زیارت کرنا بھی پسندیدہ سنت ہے اور روایات میں اس کی تاکید کے ساتھ، ساتھ ثواب بھی بیان ہوا ہے۔

روایات کا خلاصہ ونتیجہ

اس حصے میں نقل شدہ روایات جو ہمارے ائمہ علیہم السلام کی زیارت کے بارے میں کلمات ہیں، درج ذیل صورت میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ زیارت؛ حجتِ خدا کے ساتھ تجدید عہد اور مأموم کا امام کی نسبت مؤدت و اطاعت کے رشتے کو قائم کرنا ہے جو اس کے عقیدتی، روحانی رہنما ہیں۔

۲۔ زیارت؛ حج کے کامل ہونے کا جزء ہے حاجی کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے ولایت کا اعلان کرنا ہے جو ہمارے دینی احکام اور الٰہی معارف کو سکھانے والے ہیں۔

۳۔ ائمہ معصومین علیہم السلام خصوصاً سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت چونکہ ان کی تعلیمات کو قبول کرنے اور ان کے حق کی معرفت کے ساتھ ہے، بغیر ریا کے انجام پاتی ہے جس کا ثواب مکۂ معظّمہ کی زیارت سے زیادہ ہے بغیر اس کے کہ حج کے مقام اور اس کا بدل واقع ہو۔ شاید اسی وجہ سے ہو کہ خانۂ خدا کی زیارت کے آداب سیکھنے، صاحبِ خانہ کی معرفت اور حج کی دوسری تعلیمات، تمام کے تمام ان (حضراتؑ) کی تعلیمات و ہدایات کا نتیجہ ہیں۔ خانۂ خدا کا احترام اور اُس حرم الٰہی میں اپنے قتل سے روکنے کے لئے امام حسین علیہ السلام نے اپنے حج کو عمرہ سے تبدیل کر کے غمگین حالت میں مکہ سے باہر چلے گئے۔

۴۔حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت بہت زیادہ روحی و معنوی اثرات کے علاوہ ثوابِ اُخروی بھی بہت زیادہ رکھتی ہیں۔

۵۔خداوند عالم کی صفتِ شکر کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے آپ پر لازم و شائستہ جانتا ہے کہ (امام حسین علیہ السلام کے) اس ایثار و مخلصانہ عمل کے مقابل امام حسین علیہ السلام کی قبر و خاک کو خاص اہمیت و تاثیر عطا کرے جس کے ذریعہ عقیدتمند حضرات ہمیشہ اُس کی تاثیر سے فائدہ حاصل کیا اور کرتے ہیں۔

۶۔اس طرح کی معرفت رکھنے والا زائر، زیارت کے بعد اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، دل کی تیرگی ختم ہوجاتی ہے اور اس کے اعمال اصلاح پا جاتے ہیں۔ظاہر ہے کہ دوسرے گناہ مانند شرک اور حق الناس اس مغفرت میں شامل نہیں ہیں لیکن لوگوں کے حقوق ضائع کرنے والے کی بخشش نہیں ہے جب تک وہ شخص ان لوگوں کی رضایت حاصل کرنہ لے جن کا حق ضائع ہوگیا ہو جیسا کہ تمام فقہاء نے بیان کیا ہے۔

۷۔ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب باوفا کی جاں گذار، غم انگیز شہادت ہمیشہ باقی رہنے والا واقعہ ہے؛ محدود اور تمام ہونے والی نہیں۔کیونکہ کربلا حق و باطل کے درمیان مقابلہ کی تجلی گاہ ہے اور ہر جگہ ہر زمانے میں اس کے نمونے پائے جاتے ہیں لہٰذا مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کے ذریعہ اس کی تکرار؛ صحیح، مفید، مؤثر اور تربیت دینے والی ہے۔

ان مصائب کو یاد کرنا ہر مہربان انسان (چہ جائیکہ آپ کے شیعوں اور محبوں) کو غمگین وگریاں کر دیتی ہے۔ یہ آنسو جو زبانِ حال کے ذریعہ اُس امام سے شیعوں کے مقصد کو بیان کرتے ہیں جو محبت، مؤدت اور یکجہتی ہے، (یہی محبت) گناہوں کے بُرے اثرات دور کرنے اور روحی پاکیزگی میں تاثیر رکھتی ہے لیکن فقط گریہ کرنا سید الشہداء علیہ السلام کے انقلاب وقیام کا مقصد نہیں رہا بلکہ جیسا کہ خود امام کے کلام میں آیا ہے کہ حضرت کا مقصد سنتِ نبویؐ وسیرتِ علویؑ کو زندہ کرنا، حاکمِ ظالم کے برابر سرِ تسلیم خم نہ کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو جاری وساری کرنا ہے؛ جو فرمانِ خداوندی ہے۔

زیارتِ امام رضا علیہ السلام کی فضیلت

سید الشہداء حسین بن علی علیہ السلام کی زیارت کے بعد ظاہراً ثامن الائمہ ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زیارت نسبتاً سب سے زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔ اس حکم کا سبب جیسا کہ روایات سے حاصل ہوتا ہے:

اول یہ کہ امام رضا علیہ السلام کی قبر مطہر اسلامی مرکز، ائمہ اور مسلمانوں کے وطن یعنی مکہ و مدینہ سے بہت دور ہے لہٰذا سفر کے خطرات اور اُس کی دشواری ایک فطری، عادی امر ہے اس وجہ سے آپؑ کی زیارت کے لئے ترغیب وتشویق میں زیادہ تاکید کی گئی ہے تاکہ شیعوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد عالم اسلام کا مشرقی علاقہ خراسان کی جانب آئے اور اس علاقہ میں تشیع کی ترویج ہو سکے۔

دوسرے یہ کہ بہت سے فرقے جو اسلام میں پیدا ہوئے جنہیں ائمہ معصومین علیہم السلام قبول نہیں کرتے تھے جیسے اسماعیلیہ اور واقفیہ اور دیگر وہ لوگ جو اس آٹھویں امامؑ کی امامت

کوخدااوررسولؐ کی طرف سے منصوب ومنصوص جانتے ہیں، وہی افرادائمہ اثناعشر کی امامت بھی قبول کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جومسئلۂ ولایت میں صدق نیت کے ساتھ اسلام پر گامزن ہیں۔(۱) جس کے بارے میں چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام اپنے اجداد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''عنقریب میرے بدن کاٹکڑاخراسان کی سرزمین میں دفن ہوگا۔کوئی مومن اس کی زیارت نہیں کرے گامگر یہ کہ خداوندعالم جنت کواس پرواجب کرے گااورآتش جہنم کواس کے بدن پرحرام کردے گا۔(۲)

۲۔عبدالسّلام بن صالح ہروی امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''وہ زمانہ نزدیک ہے کہ طوس ہمارے شیعوں اورزائروں کی آمدورفت کی جگہ بن جائے گا۔(۳) جان لو!جوشخص مجھے طوس (مشہدمقدس) میں جومیرے وطن [مدینہ] سے دورہے زیارت کرے گا؛ روزِقیامت میرے ساتھ ہوگااس حالت میں کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''(۴)

۱۔رجوع فرمائیں: بحارالانوار، ج۱۰۲،ص۲۹،۳۵نمبرکے ذیل میں۔

۲۔سفینۃ البحار، ج۲،ص۴۹۲،ناشر،بنیادپژوھشھای اسلامی۔

۳۔یعنی بہت جلداورحتمی اس طرح سے ہوگااوراسی طرح ہوااوریہ امامؑ کی ایک پیشینگوئی تھی۔

۴۔وسائل الشیعہ ،ج۱۰،ص۴۳۸

امام حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ فرماتے ہیں:

جو شخص میرے مزار کی اپنے دوری وطن کے باوجود میری زیارت کرے؛ روزِ قیامت تین جگہوں پر اس کے پاس آؤں گا تاکہ ان خوف سے [جو ان تین جگہوں پر انسان کو لاحق ہوتے ہیں] اسے نجات دوں: پہلی جگہ: اُس وقت جب داہنے اور بائیں ہاتھ کے نامۂ اعمال حرکت میں آئیں گے (۱)، دوسری جگہ: صراطِ مستقیم اور تیسری جگہ: میزان کے وقت۔ (۲)

۴۔ حضرت عبد العظیم حسنیؒ امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''جو شخص میرے بابا (امام رضاؑ) کی طوس (مشہد مقدس) میں ان کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے؛ میں خدواند عالم کے نزدیک اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

۵۔ علی ابن عبد اللہ، قطرب سے نقل کرتے ہیں: ایک دن امام موسیٰ کاظمؑ کے بیٹے آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کا نوجوان بیٹا (علی) وہاں سے گزرا؛ حضرت نے فرمایا: ''یہ میرا بیٹا سرزمین غربت میں [مدینہ سے دور] دنیا سے رخصت ہوگا۔ جو شخص

۱۔ نیک افراد کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ اور بدکار افراد کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے: سورۂ حاقہ، آیت ۱۹ و ۲۵

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۴۔ یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ متن میں کچھ اختلاف کے ساتھ کتاب کامل الزیارات (ص ۳۰۴) میں بھی نقل ہوئی ہے۔

ان کے فرمان کی تعمیل معرفت حق کے ساتھ زیارت کرے گا خداوند عالم کی نظر میں شہدائے بدر کے مانند ہوگا۔''(۱)

امام کے حق کی معرفت کیا ہے؟

اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ ''عـارفـاً بِحَقِّه '' سے مراد جو بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کیا ہے؟ (۲) امام کے حق کو پہچاننا کن مسائل سے آشنائی وعقیدہ رکھنا ہے؟

مطمئن ترین جواب کو احادیث کے متون میں پاتے ہیں کیونکہ اسی سوال کو خود امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ''**امام کے حق کی معرفت**'' سے کیا مراد ہے؟

امام نے فرمایا: ''وہ جانتا ہو کہ وہ ایسا امامؑ ہے جس کی اطاعت [خدا کی طرف سے] فرض وواجب ہے، جو وطن سے دور (۳) اور شہید ہے۔''(۴)

ایک ایسی حدیث جس میں جو سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کے زیادہ ثواب کے بارے میں اِس شرط کے بیان میں پُرمعنی تعبیر آئی ہے:

۱۔ کامل الزیارات، ص ۳۰۴، ضمناً ''شہید'' کی تعبیر اُس طرح کے زائر کے لئے قابل توجہ ہے۔

۲۔ ابن قولویہ ۷۱ویں مخصوص باب میں اس طرح سے حدیث نقل کرتے ہیں: ''جو شخص سید الشہداء علیہ السلام کو ان کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

۳۔ کیونکہ حدیث آٹھویں امام کی زیارت کے بارے میں ہے اسی لئے یہ تعبیر (یعنی غربت اور وطن سے دوری) آئی ہے۔

۴۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۴۳۵

''عارفاً بِحقّه یأتمُّ بِه. ''(۱) امام کے حق کی معرفت جس کو وہ اپنا رہنما قرار دیا ہے اور اُن کی اطاعت کرتا ہے۔

ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں بھی زائر کی معرفت کو اس طرح بیان کرتا ہے: ''عَرَفَ بِحقِّه و حُرمَتِه و وِلایَتِه. ''(۲) امام کے حق وحرمت، احترام اوران کی ولایت پہچانے۔

امامؑ کے حق کا بیان

معصومین علیہم السلام کے کلام کو اسی مقدار بھر ''امام کے حق کی معرفت'' کے معنی کی توضیح کے لئے مصنف کافی سمجھتا ہے لیکن جو مختصر طور پر بیان کرنا ہے وہ اسلام میں ''حق'' کی اہمیت کا موضوع ہے جو ایک وسیع تشریح رکھتا ہے اور ''حق اللہ'' سے شروع ہو کر ''حق مرکوب'' اور وہ زمین جو کسی شخص کے اختیار میں ہے جسے آباد کرنا چاہئے یہ تمام حقوق کو شامل ہے۔(۳)

۱۔کامل الزیارات، ص ۱۳۹

۲۔کامل الزیارات، ص ۱۳۸، حدیث ۳

۳۔ان حقوق کو جاننے کے لئے جو ایک مسلمان کی عبادتی ومعاشرتی وظائف کی تشریح ہے رجوع فرمائیں: امام زین العابدین علیہ السلام کے رسالۃ الحقوق، تحف العقول، فارسی ترجمہ، مطبع کتابفروشی اسلامیہ، ص ۲۶۰ کے بعد سے۔

یہاں پر''حق'' سے مراد وہ ذمہ داری ہے جو ہر مسلمان اپنے خالق، رشتہ دار، ساتھ میں کام کاج کرنے والے، باہم زندگی بسر کرنے والے، معاشرہ، حاکمی ہیئت و زندگی کے وسائل مختصر یہ کہ خداوند عالم نے جو اختیار اسے عطا کیا ہے ان سب کو شامل ہے۔ اس بارے میں معمولاً ماں، باپ، پڑوسی اور استاد کے حق کے بارے میں ہم نے زیادہ سنا ہے لیکن وہ حق جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے جسے نہیں سنا وہ ''امامؑ کا حق'' ہے یعنی دینی رہنما، فکری و حکومتی رہبر کا حق ہے۔(۱) اور یہی وہ حقیقت ہے جس سے ظالم و جابر افراد، لوگوں کے اس (حق) پر عقیدہ رکھنے سے ڈرتے ہیں، اس عقیدہ کی نشر تبلیغ کرنے سے منع کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اس بارے میں بہت کم گفتگو ہوتی ہے۔

یہ حقیقت شیعوں کے لئے قابل قبول ہے کہ وہ رسول خداؐ کی طرف سے معین و منصوص امام کی ولایت و رہنمائی مأ مومین کی زندگی کے تمام جہات میں موجود ہوتی ہے۔(۲)

۱۔امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: ''تم پر ان تمام حقوق میں سے واجب ترین حق تمہارے رہنماؤں (اور اماموں) کا حق ہے اس کے بعد رعایا پر حق پھر اپنے رشتہ داروں کے حقوق....اور جو تم پر اماموں کے حقوق ہیں وہ تین طرح کے ہیں جن میں سے واجب ترین اماموں کی حکومت کا حق ہے جس کے ہاتھوں میں تمہارے عمل کی تدبیر ہے اس کے بعد استاد کا حق....'' (تحف العقول، رسالۃ الحقوق، ص ۲۶۱)

۲۔ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کے مختلف جہات سے آشنائی کے لئے رجوع فرمائیں: ولاء و لایتھا، مؤلف شہید مرتضٰی مطہریؒ۔

اوراس طرح سے (امام) بندوں پر الٰہی فیض وکرم کا وسیلہ ہے، احکامِ شریعت کا مبلغ، قرآن کے ظاہر و باطن سے آگاہ اور تمام امور کے حقوق کو جاننے والا ہے، اسی طرح امورِ زندگی اور معاشرہ کو چلانے اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری کو معین کرنے میں بلکہ ان تمام چیزوں میں امام کا ''واجب الاطاعۃ'' اور اس کے حکم کو قبول کرنا ایک فریضہ بنتا ہے۔

نکتہ: ہم نے پہلے بھی بیان کیا کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بعد آٹھویں امام کی زیارت کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ یہ تاکید وترغیب سبب بنی کہ شیعہ حضرات آٹھویں امامؑ کی زیارت کے لئے جو خراسان میں دفن ہیں؛ مائل ہوں جس کی بہترین تاثیر عالم اسلام کے مشرقی علاقوں میں شیعہ مذہب کی ترویج تھی۔

صفویہ (حکومت) کے ظاہر ہونے کے بعد تشیع کو حکومتی سطح پر رائج کیا گیا، حاکموں نے حرم مطہر امام رضا علیہ السلام کو آباد کرنے پر خاص توجہ دی، موقوفات کو وجود میں لایا اور دینی مدارس کی تأسیس کی، کتابخانے اور ادبی و دینی بزرگ علماء کے وجود کے ساتھ مشہد الرضاؑ شیعوں کا ایک اہم ترین مرکز بن گیا۔

ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد یہ سلسلہ بحمد اللہ بہت زیادہ ترقی پایا خصوصاً زیارتی اماکن، ثقافتی، علمی اور علاجی خدمات میں قابل دید پیشرفت ہوئی حاصل ہے جو آستان قدس رضوی کی صحیح اور توانا انتظام اور دیکھ بھال کی حکایت کرتی ہے۔ وَ الْحَمدُ لِلّٰہِ وَلیُّ النِّعَم.

دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کی فضیلت

اب تک ہم نے ان روایتوں کو جو رسول اکرمؐ، امیر المومنین علی علیہ السلام، امام حسینؑ اور امام رضاؑ کے زیارت کی فضیلت میں آئی ہیں (ان کے) چند نمونوں کو نقل کیا ہے۔ یہاں پر چند حدیثیں جو بقیہ اماموں کی زیارت کے سلسلے میں آئی ہیں؛ پیش کریں گے جو ہر ایک کسی نکتۂ خاص یا تعلیم پر مشتمل ہیں:

۱۔ ہشام بن سالم امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص امام کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا:

کیا آپ کے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام کی زیارت کے لئے جانا چاہئے؟

امام نے فرمایا: بالکل جانا چاہئے۔

اُس شخص نے کہا: جو شخص انؑ کی زیارت کرے اس کا ثواب کیا ہے؟

فرمایا: بہشت؛ اگر انؑ کی امامت کو قبول اور انؑ کی اطاعت کرتا ہو۔

اس نے کہا: جو شخص بے توجہی کی بنا پر ان کی زیارت نہ کرے اس کی کیا سزا ہے؟

فرمایا: غم و افسوس [اس خیر کے چھوٹ جانے پر] اور زیارت نہ کرنے پر روزِ قیامت شرمندگی ہوگی [جو حسرت و شرمندگی کا دن ہے]۔(۱)

۲۔ حسین بن یسار واسطی کہتا ہے میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا:

جو شخص آپ کے والدؑ کی زیارت کرے اس کا ثواب کیا ہے؟

فرمایا: ان کی زیارت کرو۔

پوچھا: زیارت کی کیا فضیلت ہے؟

فرمایا: زیارت کی فضیلت و جزا ان کے جدّ امجد یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مثل ہے۔

پوچھا: اگر میں خوفزدہ ہوگیا اور ان کے حرم میں داخل ہونا میرے لئے ممکن نہ ہو تو کیا کروں؟

فرمایا: پشت دیوار جا کے امامؑ کو سلام کرو۔(۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۱۴۵

۲۔ کامل الزیارات، ص ۲۹۹، حدیث ۵

یہ حدیث اوراس طرح کی دوسری حدیثیں (۱) عباسیوں کی غاصبانہ حکومت کی سختی اورحکومتی مامورین کی بدرفتاری کو واضح کرتی ہیں اورامام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبراور (دیگر) ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت سے متعلق حکومت عباسی کی حساسیت کوآشکار کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ احادیث تقیہ کی حالت میں زیارت کی کیفیت کو بیان کرتی ہے جو دور سے یا حرم مطہر کے دیوار کے پیچھے سے سلام کرنے کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

۳۔امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن مسلم کے جواب میں جنہوں نے ایک امامؑ کی دوسرے امامؑ پرزیارت کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:"جو شخص ہمارے پہلے (امامؑ) کی زیارت کرے اسی طرح ہے جس طرح اُس نے ہمارے آخری (امامؑ) کی زیارت کی ہواور جوشخص ہمارے آخری (امامؑ) کی زیارت کرے اسی طرح ہے جس طرح اس نے ہمارے پہلے (امامؑ) کی زیارت کی ہو۔جوشخص ہمارے پہلے

۱۔امام جواد علیہ السلام اُس شخص کے جواب میں جس نے امام کی زیارت کے بارے میں سوال کیا؛فرماتے ہیں: اِن اوقات میں زیارت کرنا مناسب نہیں کیونکہ ہم پراورتم پرخوف ہے اُس خطرے سے جوحاکم پہنچائے گا۔(کامل الزیارات،ص۳۰۶)

توضیح یہ کہ سلطان معمولاً اُس حاکم پر اطلاق ہوتا ہے جوقہری و جبری طاقت سے مسلط ہوا ہو۔

(امام) کی ولایت کو قبول کرے(۱)، پس اس نے ہمارے آخری (امام) کی ولایت کو قبول کیا، جس نے ہمارے آخری کی ولایت قبول کر لی اس نے ہمارے اول کی ولایت کو قبول کیا ہے۔

جو شخص ہمارے کسی ایک دوست و پیروکار کی حاجت پوری کی گویا کہ اس نے ہم سب کی حاجت پوری کی۔(۲)

۴۔اسی طرح سے ایک حدیث جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں: ''جناب فاطمہ زہراؑ کی زیارت اُن کے والد بزرگوار کی زیارت کے مثل ہے پس پنجتن پاک اور ان کی معصوم ذریت میں سے ایک کی زیارت، دوسرے کی زیارت کرنے کے مترادف ہے۔(۳)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی مرتضیٰ علیہ السلام دوسرے ائمہ معصومین علیہم السلام پر برتری رکھتے ہیں لہٰذا۔مذکورہ چند حدیثوں کی کیا توجیہ ہے؟

اس جواب کو مشکل کشا امام رضا علیہ السلام سے سنتے ہیں کہ آپؑ حسین بن محمد قمی سے فرماتے ہیں:

۱۔حدیث کی عبارت اس طرح سے: ''مَن تولّٰی اوّلنا فقد تولی آخرنا....''تھی لہٰذا ہم نے ''ولایت کو قبول کرنے'' کا ترجمہ کیا ہے جس میں دوستی اور ولایت وحکومت دونوں کا معنی پایا جاتا ہے۔

۲۔کامل الزیارات، ص ۳۳۶

۳۔بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۱۲۴، ترجمہ حدیث کی تلخیص کے ساتھ ہے۔

''ہر وہ شخص جو میرے بابا[موسیٰ بن جعفرؑ] کے قبر کی بغداد(۱) میں زیارت کرے اُس شخص کے مثل ہے کہ جس نے رسول خداؐ و امیر المومنینؑ کی زیارت کی ہو، اس کے علاوہ کہ وہ دو بزرگوار دوسرے ائمہؑ پر ایک خاص فضیلت و برتری رکھتے ہیں وہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔''(۲)

لہٰذا امام رضا علیہ السلام کا یہ واضح کلام اماموںؑ کے زیارت کی برابری، رسول خداؐ کے خاص فضائل و مقامات اور علی مرتضیٰؑ جو ابوالائمہ ہیں ان کے ساتھ کوئی منافات نہیں رکھتا۔

بارہ اماموںؑ کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب ایک ہی نور ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مخلوقات کے راستے کے لئے روشن چراغ ہیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فانوس سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور الٰہی فریضے و شرعی ذمہ داری کی بنا پر حکومت، معاشرہ اور لوگوں کے سامنے مناسب ردّعمل انجام دیتے ہیں۔

۱۔ مراد کاظمین ہے کہ اُس زمانے میں یہ نام رائج نہیں ہوا تھا۔

۲۔ کامل الزیارات، ص ۲۹۹۔۳۰۰، وسائل الشیعہ، ج ۵، ص ۴۲۸

تیسرا حصہ

زیارتناموں کا مفہوم اور ان کی تحلیل

زیارتناموں کا مفہوم

یہاں پر ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف سے جو زیارتیں ہم تک پہنچی ہیں ان پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تاکہ جو چیزیں ان کی زیارتوں میں پڑھتے ہیں ان کے مفاہیم سے باخبر ہو سکیں کیونکہ یہ علم اس سنتِ اسلامی کی نسبت ہماری صحیح فکروں میں بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔لہٰذا ہم کہتے ہیں:

یہ امر فطری ہے جب ایک بلند شخصیت کا دیدار کر رہے ہیں تو سلام واحترام کے بعد ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں:

اس سے دردِ دل بیان کرتے اور رغبت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں (۱)،اس کے لطف وکرم کے ذریعہ گفتگو کرتے ہیں،اس کے فضائل وکمالات شمار کرتے ہیں اور خداوند عالم سے اس کے لئے رحمت اور بلندی طلب کرتے ہیں....

۱۔اسلامی معاشرت ومیل جول کے آداب میں سے ہے کہ اگر ہم اپنے کسی دینی بھائی کو چاہتے ہیں (اس خدائی محبت کے لحاظ سے کہ جو نفسانی غرض یا مادّی فائدے سے دور ہو) اس سے اظہار کرتے ہیں کہ یہ خود ان دونوں کی محبت میں اضافہ اور اسلامی بھائی چارے کے مضبوط ہونے کا سبب ہے۔ہم تک پہنچی ہوئی حدیثیں ملاحظہ کرنے کے لئے رجوع فرمائیں:الاصول من الکافی، کتاب العشرہ، باب اِخبار الرجل أخاہ بحبہ۔

ہمیں محبوب و معصوم امامؑ کی خدمت میں کیا کہنا چاہیئے؟

سلام و درود کے علاوہ اظہار محبت و اطاعت، ان کے مناقب و فضائل بیان کرنے، ان کی خدا کی طرف سے امامت و رہبری کی تصریح کریں؟

اسلام کے فطری قوانین میں جیسا کہ حقیقی زیارت (جو ایک فطری امر ہے) پسندیدہ و مستحب ہے، اس کے آداب بھی پاک فطرت کے رجحانات اور انسان کی عقل سلیم سے سازگار ہیں لہٰذا اس حالت و مقام کا تقاضہ ہے کہ اپنے الٰہی رہنما و معصوم امامؑ کے حرم میں بھی صرف بدن کے حاضر ہونے یا دل کی توجہ پر اکتفا نہ کریں بلکہ جو چیزیں دل میں رکھتے ہیں اُسے زبان پر لائیں پس اپنی بات کو سلام و تحیت کے ساتھ آغاز کریں اور ولی خدا کے نسبت ولایت و اطاعت کریں، ان کے دشمنوں، مخالفوں سے تبرا کریں اور امام کی تعلیمات سے شیعہ ہونے اور امامؑ سے اپنی اطاعت کو ظاہر کرے؛ اسی طرح اس معنوی فضا سے استفادہ کرتے ہوئے امام کے لئے طلب رحمت اور اپنے اور دوسروں کے لئے دعائیں کریں۔

ان حالات میں مأثور(۱) زیارتنامے؛ ایسے مفاہیم رکھتے ہیں لیکن یہ ''زیارت'' کا آدھا حصّہ ہے، اس کا دوسرا حصہ نورانی و بہترین ہے جو حجتِ خدا، امام کے ملکوتی چہرہ اور معنوی رفتار (و کردار) ہے جو بلیغ عبارتوں کے ساتھ ان زیارتناموں میں ظاہر ہوتی ہے:

۱۔مأثور: معصومین علیہم السلام سے منقول و نقل شدہ۔

امامؑ کے مناقب وسوانح حیات طیبہ وہ فضائل وکمالات جو خداوند عالم نے صرف محمدؐ وآل محمدؐ کوعطا فرمائے تا کہ امت مسلمہ کے لئے عمل کا مکمل اسوہ ونمونہ قرار پائیں۔

ان زیارتوں کا آدھا حصہ ہے کہ جو عجیب وغریب کیفیت سے توحید ومعرفتِ امامؑ کا باہمی رابطہ کوواضح کرتے ہیں اور خدا وحجتِ خدا کی معرفت کا بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں، مزید شرح زیارتوں کی عبارت میں مطالعہ ودقت کرنے سے حاصل کر سکتے ہیں۔

مصنف نے اس حصے میں چند معتبر ومشہور زیارتوں کوایک ساتھ مکتب اسلام کے اس معرفت رکھنے والے مجموعہ کو مدنظر رکھا ہے، ان کے تشکیل دینے والے عناصر کومختصر ومفید توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے تا کہ یہ بلند وعالی مفاہیم جو آسمانی دسترخوان کو ترتیب دینے والے ہیں؛ مختلف تعبیروں کے ساتھ آشکار ہو جائیں۔

زیارتناموں کے چند نمونے

اس سے پہلے کہ زیارتناموں میں معانی کے ایک ایک کلمہ اور وارد شدہ موضوعات کی تشریح کریں؛ ابتداء میں حضرت علی علیہ السلام کی زیارتِ مطلقہ میں سے ''پانچویں زیارت'' (۱) کا ترجمہ کریں گے، اگرچہ یہ ''زیارت'' مختصر ہے لیکن ان تمام عناصر ومفاہیم کو شامل ہے جو گزشتہ صفحات میں بیان ہوئے، اس کی تفصیل آئندہ بیان کریں گے:

۱۔ کبھی کبھی مجازی طور پر ''زیارتنامہ'' کو ''زیارت'' سے تعبیر کرتے ہیں، مفاتیح الجنان میں ملاحظہ ہو۔

''آپؑ پر سلام ہو اے ولی خدا۔ آپؑ [اہل بیت پیغمبرؐ میں] سب سے پہلے مظلوم ہیں اور سب سے پہلے شخص ہیں جن کا حق غصب ہوا۔ اسلامی اتحاد و یکجہتی کی حفاظت کے لئے اس ظلم پر آپ نے صبر کیا اور اسے اپنا آخرت کا توشہ قرار دیا یہاں تک کہ آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے شہید کی حالت میں خدا سے ملاقات کی۔(۱) خداوند عالم آپ کے قاتل پر مختلف عذاب نازل کرے، اس پر عذاب کو تازہ کرے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اس حالت میں کہ آپؑ کے حق کی معرفت اور آپ کی شان و شوکت کو دیکھ رہا ہوں، آپؑ کے دشمن جس شخص نے آپؑ پر ظلم کیا اُس کا سخت دشمن ہوں۔(۲) امید کرتا ہوں کہ اگر خدا چاہے گا تو میں اپنے پروردگار سے اس عقیدہ کے ساتھ ملاقات کروں گا۔(۳)

۱۔ یہاں تک امام پر سلام اور حمد و ثنا ہے۔

۲۔ امام کے قاتل پر لعنت اور ان کے دشمنوں سے تبرا ہے اسی طرح امام کے حق کی ولایت و معرفت کا اظہار کرنا ہے۔

۳۔ یہ جملہ اور بعد کے جملے دعائیہ کلمات ہیں اور امام سے شفاعت طلب کرنا ہے۔ یہ کلمات سورۂ انبیاء کی ۲۸ ویں آیت پر اختتام پاتے ہیں۔

اے ولی خدا! بے شک میں گنہگار ہوں لہٰذا آپ اپنے پروردگار کے یہاں میرے شفیع اور وسیلہ قرار پائیں کیونکہ خدا کے نزدیک آپ کا مقام معلوم ہے اور خدا کے پاس آپ آبرو و منزلت اور شفاعت کا حق رکھتے ہیں جیسا کہ خداوند متعال نے خود کہا ہے: ''جسے خدا اجازت دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔''(۱)

سلام؛ایک اسلامی نعرہ

چونکہ زیارتیں عموماً ''سلام'' کے ساتھ شروع ہوتی ہیں جو زائر کا مزور کی نسبت احترام و اکرام کرنا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ پہلے اس مستعمل کلمہ کے معنی کی اہمیت بیان کریں لہٰذا ہم کہیں گے: ''سلام'' کے اصل معنی سلامتی اور ہر عیب سے پاک ہونے کے ہیں۔(۲) ظاہراً اسی وجہ سے پروردگار عالم کے لئے بھی اطلاق ہوتا ہے۔(۳) جیسا کہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔(۴)

۱۔مفاتیح الجنان، ص۴۸۱،اس زیارت کو مرحوم کلینیؒ نے امام علی نقی علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔
۲۔دیکھئے: منتہی الأرب فی لغۃ العرب، س ل م۔
۳۔یعنی مخلوقات میں جو عیوب پائے جاتے ہیں اور جو آفتیں ان پر آتی ہیں ان سے خداوند عالم دور ہے۔(المفردات)
۴۔سورۂ حشر، آیت ۲۳

اسی طرح ''سلام'' اسم ہے ''تسلیم'' کے مصدر سے (۱) یعنی سر تسلیم خم کرنا۔

دوران جاہلیت کے اعراب کے درمیان بھی ''سلام'' کبھی کبھی تحیت کے معنی میں استعمال ہوتا تھا لیکن اسلام کے قوانین میں تحیت وسلامتی اس (سلام) میں منحصر ہوگئی (۲) اور مسلمانوں میں ایک دوسرے کے دیدار اور ملاقات کرتے وقت سلام کرنا مستحب قرار پایا اور سلام کا جواب واجب ہے اسی طرح نماز جو مسلمانوں کی اہم ترین عبادتوں میں سے ہے ''سلام'' کرنا واجب ہے اور اسی کے ذریعہ نماز کا اختتام ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جنت میں مومنین جب ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کریں گے تو (ان کے احترام میں) سلام کریں گے۔(۳)

اس طرح سے ''سلام علیکم'' مسلمانوں کا شعار ہوگیا اور یہ ایک دعائیہ کلمہ بھی ہے اس معنی میں کہ دنیا کی آفتوں اور آخرت کے عذاب سے آپ سلامت رہے ہیں، یا خدا کی سلامتی و رحمت ہو آپ پر لیکن دینی اماموں کو سلام کرنے کے سلسلے میں دوسرا معنی مناسب تر ہے۔

''سلام'' انسان کی طرف سے ''قول'' ہے یعنی درود وسلام اور خدا کی طرف سے

۱۔رجوع فرمائیں: اقرب الموارد، س ل م۔

۲۔الانوار اللامعة فی شرح الجامعة، سید عبداللہ شبر، ص ۱۱

۳۔سورۂ ابراہیم، آیت ۲۳

''فعل'' ہے یعنی انسان کو تندرستی عطا کرنا، بلاء اور عذاب سے دور رکھنا۔(۱) لہٰذا ہم نے جو بیان کیا کہ سلام مسلمانوں کا دائمی شعار ہے جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں تو ''سلام علیکم'' یا مختصراً ''سلام'' کہتے ہیں یعنی اپنے دینی بھائی کے لئے ہر آفت سے دوری اور سلامتی طلب کرتے ہیں، جس کا فائدہ اسے پہنچتا ہے نہ یہ کہ شر و نقصان اور منصفانہ عدالت اور افرادِ معاشرہ کے روابط کو سالم و استوار کرنے کے لئے یہ ایک بہترین پیغام ہے۔ زیارت ''سلام'' کی تکرار کے ساتھ پُر معنی شعار کو بیان کرتا ہے اور زائر کے صفحۂ ذہن پر نقش ابھار دیتا ہے۔

امامؑ کی توصیف اور سلام

امامؑ و حجتِ خدا کی زیارت کرتے وقت رائج ترین کلمات: تحیت وسلام ہے کیونکہ ان کے محضر میں ادب کا تقاضہ ہے کہ خداوند عالم کے اسمائے مبارکہ، اس کی تکبیر و تمجید کے بعد اسلامی سنت کے مطابق اپنے کلام کو سلام کے ساتھ ابتدا کرے۔

مزید یہ کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے معصوم اہل بیت علیہم السلام کے حرم ہائے مطہر احکامِ قرآنی کو نافذ کرنے کے بہترین اور مناسب ترین اماکن ہیں یعنی ان اماموں کے لئے

۱۔ رجوع فرمائیں: المفردات فی غریب القرآن، سلم۔

خداوندعالم سے رحمت طلب کرنا اوراُن کے درجہ کی بلندی کے لئے جوصلوات بھیجنا ہے۔(۱)

لیکن ایک نکتہ قابل ذکر ہے کہ ان سلاموں کے تحت ہرایک امامؑ اپنے صفات کے ساتھ خطاب کئے جاتے ہیں نہ کہ صرف نام سے اوروہ مقام جوخدا نے انہیں عطا کیا ہے اوروہ فضائل جس کے وہ حامل ہیں یا وہ نسبت جو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رکھتے ہیں؛ (زیارت میں)اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔

اس ترتیب کے ساتھ زیارت کے متون اورعبارتیں جس کا عمدہ حصہ امامؑ کوسلام کرنا ہے اور جو ہمارے پیغمبر گرامیؐ اوران کی عترت پاک علیہم السلام کے مناقب، فضائل اورمعنوی مقامات کی نورانی کتاب اوروہ کارنامے جوانہوں نے پرچم توحید بلند کرنے،قرآن کی ترویج کرنے، عدالت قائم کرنے اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے انجام دیئے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ زندہ وسبق آموز معرفتِ امام، بہترین اورمجذوب عبارتوں میں سلام کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے؛جس کی چندمثالیں درج ذیل ہیں(۲):

۱۔تفصیل کے لئے رجوع فرمائیں: سورۂ احزاب، آیت ۵۶، اور اِسی کتاب کا پہلا حصہ، زیارت کے آداب،صلوات کی بہترین جگہ۔

۲۔کلیات مفاتیح الجنان، مطبع کتابفروشی اسلامیہ،شمارہ ۲۵،تیسواں باب زیارت میں،تیسویں فصل،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دور سے زیارت کرنا،ص ۴۳۷

۱۔حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں:

سلام ہو آپؐ پر اے عدل قائم کرنے والے۔

سلام ہو آپؐ پر اے راہِ خیر کو کشادہ کرنے والے۔

سلام ہو آپؐ پر اے معدنِ وحی اور نزول قرآن۔

سلام ہو آپؐ پر اے خدا کی طرف سے تبلیغ کرنے والے۔

سلام ہو آپؐ پر اے روشنی بخش چراغ۔

سلام ہو آپؐ پر اے بشارت دینے والے۔

سلام ہو آپؐ پر اے انذار (ڈرانے) کرنے والے۔

سلام ہو آپؐ پر اے نورِ خدا جس سے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ائمہ بقیع کی زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں:

سلام ہو آپؑ سب پر (اے) ہدایت کے رہنماؤں۔

سلام ہو آپؑ سب پر اے اہل تقویٰ۔

سلام ہو آپؑ سب پر اے دینا پر حجتیں (قائم کرنے والے)۔(۱)

۱۔حجت چند معانی میں استعمال ہوا ہے: دلیل، برہان اور وہ چیز جس کے ذریعہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔(جرجانی کی تعریف) ائمہ اطہارؑ کے لئے اس صفت سے مذہبی اہمیت و منزلت واضح ہوتی ہے۔

سلام ہو آپؑ سب پر اے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے والوں۔(۱)

سلام ہو آپؑ سب پر اے برگزیدہ، طیب و طاہر۔

سلام ہو آپؑ سب پر اے اہل بیتِ رسول خداؐ۔(۲)

۳۔زیارتِ ''امین اللہ'' میں امام علیؑ پر اس طرح سے سلام کرتے ہیں:

سلام ہو آپؑ پر اے روئے زمیں پر خدا کے امین، بندوں پر اس کی حجت۔

سلام ہو آپؑ پر اے امیر المومنین کہ میں گواہی دیتا ہوں آپ نے راہِ خدا میں جہاد کیا جس طرح سے جہاد کرنے کا حق ہے۔اس کی کتاب کے احکام پر عمل کیا، سنتِ نبویؐ کی پیروی کی یہاں تک کہ اپنی جان کو اپنے پاک پروردگار کے حوالے کر دیا......۔

۴۔''امیر المومنین علیؑ کی توصیف'' ضمناً وہ سلام جو آپؑ کو کرتے ہیں:

سلام ہو اے ائمہ کے پدر بزرگوار، نبوت کے چاہنے والے اور پیغمبر کے (ساتھ اخوت و بھائی چارگی سے) مخصوص برادر۔

۱۔''**السلام علیکم ایها القُوّام فی البریة بالقسط**''عبارت کا ترجمہ۔

۲۔مفاتیح الجنان، تیسواں باب، ائمہؑ بقیع کی زیارت، ص۴۴۶

سلام ہو آپؑ پر اے سب سے پہلے ایمان لانے والے (۱)، میزان اعمال کا وسیلہ اور خدائے صاحب جلال کی شمشیر۔

سلام ہو آپ پر اے مومنین کے صالح، وارثِ علم انبیاء اور روز جزا میں حکم کرنے والے۔

سلام ہو آپ پر اے شجرۂ تقویٰ۔

سلام ہو آپ پر اے ابلاغِ حجتِ خدا اور اس کی نعمت کو تمام کرنے اور دشمنوں کو دردناک عذاب دینے والے۔

سلام ہو آپ پر اے روشن راستہ، درخشاں ستارہ اور نصیحت کرنے والے امام، (۲) آپ پر خدا کی رحمت و برکت ہو۔ (۳)

۱۔ زیارت کی عبارت میں ''یعسوب الایمان'' آیا ہے جس کی بہترین تعبیر اس طرح سے ہے: یعسوب: شہد کی مکھیوں کے امیر اور وہ نر ہے جو تمام شہد کی مکھیوں سے بڑا ہے، وہ جہاں بھی جاتا ہے تمام مکھیاں اس کی اطاعت کرتی ہیں۔ مجازاً ''قوم کا امام اور پیشوا'' کے معنی میں ہے اور ''یعسوب المؤمنین'' حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔ (غیاث اللغات سے خلاصہ)

۲۔ نصیحت: اس کا اصلی معنی اخلاص اور ہر نا خالص شئ سے پاک ہونا ہے۔ کتاب ''التعریفات'' میں ذکر ہوا ہے: ''نصیحت'' اس چیز کو پڑھنا جس میں اصلاح ہو اور اس چیز سے منع کرنا جس میں فساد و برائی پائی جائے لہٰذا زیارت میں ''اَلِامامُ النَّاصِحُ'' آیا ہے یعنی نصیحت کرنے والا خیر خواہ امامؑ۔

۳۔ مفاتیح الجنان، زیارتِ مطلقہ امیر المومنین علیہ السلام، چوتھی زیارت، ص ۴۸۰

۵۔اس زیارت میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل، اصلاحی خدمات اور دینی رہنمائیوں کو شمار کیا جاتا ہے، وہ آیتیں جو امام کی شان میں نازل ہوئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں جن میں آپ کے معنوی مقام کو پہنچوایا گیا ہے اور دوسری زیارت میں بھی نقل کی گئی ہیں جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اے علیؑ! جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپؑ ویسے ہی تھے: آپ کا بدن قوی، اپنے اندر فروتنی، خدا کے نزدیک سر بلند، زمین میں محکم اور آسمان میں بلند۔

کسی کو آپ کے اندر عیب نہ ملا اور کسی بولنے والے کو آپ کی شان میں گستاخی کرنے کا موقع نہ ملا۔ مخلوقِ خدا آپؑ کی [ناحق و بے مورد] طرفداری کی لالچ نہیں رکھتی تھی، کوئی بھی آپؑ کے سامنے اپنے آپ کو بلند نہیں پاتا تھا، رسوا، ناتواں آپؑ کے پاس قوی وار جمند تھا تاکہ اس کے حق کو (ظالم سے) دلا دیں، طاقتور بلند شخص آپ کی نظر میں ضعیف تھا کہ حق کو اُس سے لے لیں، اس طرح کی عدالت جاری کرنے میں اپنا و بیگانہ سب آپؑ کے نزدیک مساوی تھے۔(۱)

۱۔ مفاتیح الجنان، ص ۵۱۵ امام علیؑ کی یہ خصوصیت ہر زمانے میں دنیا کے حاکموں کے لئے ایک بہترین قانون اور دستور العمل ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایرانیوں اور غیر عرب اقوام (یعنی عجم) کا علیؑ سے گرویدہ ہونے کا ایک سبب آپؑ کا اسی معاشرتی عدالت کی رعایت کرنا اور عرب کو عجم پر ترجیح نہ دینا تھا جو بنی امیہ کی روش تھی۔

۶۔ ''زیارتِ امام حسین علیہ السلام'' میں بھی ''سلام'' امامؑ کی توصیف کے ساتھ بیان ہوا ہے لیکن چونکہ آپ شہیدوں کے سردار ہیں لہٰذا آپ کی توصیف ایک خاص انقلابی فضا میں بیان ہوتی ہے:

خونی رنگ اور آہنگِ شہادت کے ساتھ، اس کے چند نمونے:

سلام ہو آپؑ پر اے حجتِ خدا کہ آپ کے فرزند بھی حجتِ خدا ہیں۔

سلام ہو آپؑ پر اے کشتۂ [راہ] خدا اور فرزند بھی اُس کی راہ میں قتل ہو گیا۔

سلام ہو آپؑ پر اے وہ کہ خدا آپ اور آپ کے بیٹے کے خون کا انتقام لے گا اور اس شخص کے بیٹے کا۔(۱)

سلام ہو آپؑ پر اے (آسمان و زمین کے) تنہا شہید جس کا خوں بہا، ادا نہ ہوا خدا آپؑ کا انتقام لے گا۔(۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا خون ہمیشہ ہمیشہ بہشت میں

۱۔ اِس جملہ کا ترجمہ زیارت سے: ''السلام علیک یا ثارَ اللّٰہ وَ ابنَ ثارِہٖ''

ثار: خون کا انتقام لینا، لہٰذا مذکورہ عبارت کا اِس طرح معنی بھی کیا گیا ہے: سلام ہو آپ پر اے خونِ خدا اور اس کے خون کے بیٹے۔

۲۔ زیارت کی عبارت اس طرح ہے: ''السلام علیک یا وترَ اللّٰہِ المَوتُور فی السمٰوات و الارض''

وتر: اپنے مقتول کی قیمت نہ لی گئی ہو۔

مَوتور: وہ شخص جس کا مقتول (قاتل سے) اس کے خون کی قیمت نہ لیا ہو۔

رہے گا اور عرش کے سائے اس کے لئے (۱) لرزاں ہوجاتے ہیں اور تمام مخلوقات اس پر گریہ کناں ہیں....(۲)

یہاں اس بات کی یاد دہانی بجا ہے کہ اضافہ کلمات جیسے: حجت، قتیل، ثار، وِتر، کا ''اللہ'' کی طرف مضاف ہونا مفسرین اور عقیدہ شناس افراد کی اصطلاح میں اسے اضافۂ تشریعی کہتے ہیں یعنی مضاف کا مضاف الیہ سے شرف و بلندی کسب کرنے کے مانند ہے کہ اس طرح کے مضاف (کلمات) قرآن مجید میں مکرر ذکر ہوئے ہیں جیسے: ناقة اللّٰه (۳)، بَیتی (۴)، روحی (۵) اور رُوحنا (۶)۔

۱۔ ترجمہ ''اظلة العرش '' ہے۔ ظل العرش: رحمتِ خدا، خدائی رحمت کا سایہ (منتهی الأرب، سزاوار ہے کہ ''عرش کے سائے'' کو مذکورہ عبارت میں ''جنت'' کے معنی میں جانیں کیونکہ ''جنت'' رحمتِ خدا کا مرکز اور رحمتِ خدا کا سایہ ہے اور اس کا سبب اسی بہشت میں خدائی انتقام کی وجہ سے لرزہ آتا ہے جو مذکورہ جملہ میں آیا ہے۔

۲۔ مفاتیح الجنان، زیارتِ مطلقہ امام حسین علیہ السلام، پہلی زیارت، اسی طرح کے دوسرے سلام، امام حسین علیہ السلام کی دوسری زیارتوں میں بھی ذکر ہوئے ہیں منجملہ زیارتِ عرفہ اور عاشورہ۔

۳۔ سورۂ اعراف، آیت ۷۳، سورۂ ہود، آیت ۶۴، سورۂ شمس، آیت ۱۲

۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۵، سورۂ حج، آیت ۲۶

۵۔ سورۂ ص، آیت ۷۲

۶۔ سورۂ مریم، آیت ۱۷

۷۔''امام زمانہ'' عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت میں جو توقیع (۱) کی صورت میں، مخصوص بیان کے ساتھ ہے کہ ''سلام'' ان توصیفات کے ساتھ بیان ہوا ہے:

سلام ہو آلِ یاسین پر (جو اہل بیت پیغمبرؐ ہیں)۔

سلام ہو آپؑ پر اے خدا کی طرف دعوت دینے والے اور اُس کی نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی۔

سلام ہو آپؑ پر اے معرفتِ خدا کا دروازہ اور اس کے دین کے حاکم [کہ لوگوں کو دینداری کی طرف حکم دینے والے]۔

سلام ہو آپؑ پر اے [روئے زمیں پر] خدا کے جانشین اور اس کے حق (دین) کی مدد کرنے والے۔

سلام ہو آپؑ پر اے کتابِ خدا کی تلاوت کرنے والے اور اس کے مترجم و بیان کرنے والے۔

سلام ہو آپؑ پر شب و روز لمحہ لمحہ۔

۱۔توقیع: نقش چھوڑنا یا کسی خط و حکم پر دستخط کرنا۔ مختصر جواب جو کاتب خط کے جوابات دیتا ہے۔ (منتہی الأرب، لغت نامہ) لیکن توقیع امام زمانہ (عج) کے ان خطوط کو کہتے ہیں جو غیبتِ صغریٰ میں آپ کے خاص نائبین کے ذریعہ شیعوں تک پہنچی ہوں اور آپ عج کی خفیہ زندگی کرنے کی علامت ہے۔

سلام ہو آپؑ پر اے روئے زمین پر بقیۃ اللہ۔(۱)

سلام ہو آپؑ پر اے خدا سے عہد و پیمان کرنے اور اسے ادا کرنے والے۔

سلام ہو آپؑ پر اے وہ کہ جس نے خدا کا وعدہ پورا ہونے کی ضمانت لی۔

سلام ہو آپؑ پر اے لہراتے ہوئے پرچم، بے انتہا علم، فریادرس، وسیع رحمت اور سچا وعدہ [جس کی تکذیب نہ ہو]۔

سلام ہو آپؑ پر ہنگام قیام وقعود۔

سلام ہو آپؑ پر جب آپ پڑھیں اور بیان کریں۔

سلام ہو آپؑ پر جب آپ نماز قائم کریں اور عبادتِ الٰہی انجام دیں...۔(۲)

سلام ہو آپؑ پر اے امام کہ آپ حفظ و امان میں ہیں۔

سلام ہو آپؑ پر اے (تمام) لوگوں کی امید وآرزو (وہ امامؑ کہ جس سے سب امید لگائے ہیں)۔

سلام ہو آپؑ پر ہر طرح کہ، تمام کے تمام سلام۔(۳)

۱۔بقیۃ اللّٰہ سورۂ ہود کی ۸۶ ویں آیت سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں: خدا کی نعمت کے باقی رہنے والے جس کی تعبیر حضرت حجۃ ابن الحسن امام زمانہ (عج) کے وجود مبارک سے ہوئی ہے۔

۲۔یعنی مسلسل درود وسلام ہو ہر حالت اور ہر کام میں جس میں آپؑ مشغول ہوں۔

۳۔اس کے بعد خدا کی توحید، خاتم انبیاءؑ کی رسالت اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی امامت کی گواہی ذکر ہوئی ہے؛ رجوع فرمائیں: مفاتیح الجنان، ص ۶۷۴

۸۔ ''زیارتِ جامعہ کبیرہ'' ایسی زیارت ہے جسے تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کے حرم ہائے مطہر میں پڑھ سکتے ہیں۔ ہمارے بزرگ علماء نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ (زیارت) بلیغ اور اپنا ایک مخصوص طریقہ رکھتی ہے(۱)، اس کے علاوہ اُن تمام خصوصیات کو شامل ہے جنہیں مأثورہ زیارتوں میں شمار کیا گیا ہے جیسے: خاندانِ رسالتؐ کی مکمل توصیف و جامع معرفت، توحیدی مفاہیم و الٰہی معارف کا بیان، ائمہ ہدیٰ کے فضائل کی گواہی دینا، خدا سے دعا کرنا، ائمۂ نورؑ کی ولایت وتولا کو قبول کرنا، ائمۂ نار سے نفرت و تبرا کرنا اور اس کے علاوہ دوسرے اسلامی معارف اس زیارت میں بیان ہوئے ہیں۔ اس زیارت کے پہلے حصے کا ترجمہ درج ذیل ہے:

سلام ہو آپ پر اے اہل بیت نبوت و رسالت، فرشتوں کی رفت و آمد کا مرکز، مہبطِ وحی، رحمت کے معدن، علم کے خزانے، صبر و شکیبائی کی آخری حد، کرم و بزرگواری کی بنیادیں اور امتوں کے قائد، نعمتوں کے ولی [جو تمام کے تمام آپ کے ذریعے اور آپؑ ہی کی برکت سے پہنچتی ہیں]، صالح افراد کی (پرورش) کے ارکان اور بھروسہ مند، نیک بندوں کے سیاست دان (۲)۔

۱۔ مفاتیح الجنان، زیارتِ جامعہ کبیرہ، ص ۶۰۷

۲۔ زیارت کی عبارت اس طرح ہے: ''وَ سَاسَةَ العِباد'' ساس السلطانُ و الولی الرعیة: تولّی أمرها و دبّرها و أحسن النَّظَرَ الیها۔ (اقرب الموارد)

شہروں کے محکم ستون (۱)، ایمان (کے گھر میں داخل ہونے) کا دروازہ اور خدائے رحمٰن کے امین، پیغمبروں کی نسل، رسولوں میں منتخب شدہ، عالمین کے پروردگار کی برگزیدہ عترت (۲)؛ آپؑ پر خدا کی رحمت و برکت ہو۔

سلام ہو ہدایت کے امام، رات میں روشن چراغ، تقویٰ کی علامتیں، صاحبانِ خرد، عقل کامل رکھنے والے، لوگوں کی پناہگاہ، پیغمبروں کے وارث، [خدا کے منتخب و شائستہ بندوں میں] اعلیٰ نمونے، [خدا کی طرف] بہترین دعوت دینے والے، دنیا و آخرت اور دنیا سے پہلے کے عوالم کے لوگوں پر الٰہی دلیلیں اور حجتیں؛ خدا کی رحمت و برکت ہو آپ پر۔

سلام ہو آپؑ پر جو معرفتِ خدا کے مقامات اور خدا کی خیر و برکت کی منزل ہیں، حکمتِ خدا کے معدن اور اُس کے اسرار و رموز کے محافظ (۳)، حامل کتابِ خدا، پیغمبر خداؐ کے جانشین اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت؛ خدا کی رحمت و برکت ہو آپ پر۔

۱۔ زیارت کی عبارت اس طرح ہے: ''ارکان البلاد''**رکن**: ہر وہ چیز جو قوت، غلبہ اور شوکت کا سبب ہو جیسے ملک، لشکر، بلندی، قوت و غلبہ (منتہی الارب)

۲۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد و نزدیک ترین افراد جو لوگوں میں منتخب اور پیغمبروں میں افضل ہیں۔

۳۔ ایک سوال جو اس طرح کی تعبیرات میں ملاحظہ کرتے ہیں یہ ہے کہ خدا کے اسرار کیا ہیں؟ ہم کہیں گے: اگر معلوم ہو جائے تو وہ راز ہی نہیں۔ راز کی خاصیت اس کے پوشیدہ و نہاں ہونے میں ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ فرمایا ''سلام'' ہمیشہ امامؑ کی معرفت اور اس کے معنوی مقامات کی تشریح کے ساتھ آیا ہے اس طرح سے زیارت امامؑ کی خدمت میں ان کی معرفت کا ایک درس ہو جائے گا ضمناً خداوند عالم کی طرف ان تمام فضائل و کمالات کی نسبت دینا ہے جو درج ذیل ہے:

زیارت؛ توحید کی جلوہ گاہ

زیارتیں اگرچہ سب سے پہلے اولیائے الٰہی و دینی رہنماؤں کی یاد کے لئے ہے لیکن یہ کہ اسلام یکتا پرستی کا دین ہے اور ایسا کوئی عمل نہیں (خصوصاً عبادتی اعمال) جو حقیقی مسلمان سے سرزد ہو اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے تعلق و رابطہ نہ رکھتا ہو اور اس کی توفیق عطا کرنے میں نہ شمار ہو اسی وجہ سے دینی رہنماؤں سے ہم تک پہنچی ہوئی زیارتوں میں خداوند عالم کی مختلف تعبیرات کے ساتھ تعریف و ستائش کی جاتی ہے جس کے چند نمونے ترجمہ کے طور پر نقل کرتے ہیں:

تمام مقدس حرم میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا جو خداوند عالم سے دعا کرنے کی صورت میں ہے:

خدایا! میں تیرے (حبیب) نبیؐ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر کھڑا ہوں اور تو نے لوگوں کو بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: ''اے ایمان والو

خبردار پیغمبرؐ کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک کہ تمہیں (داخل ہونے کی) اجازت نہ مل جائے.....'' (۱)۔ (پروردگارا!) میں سب سے پہلے تجھ سے اجازت طلب کرتا ہوں اور دوسرے یہ کہ تیرے پیغمبرؐ سے اجازت چاہتا ہوں...(۲)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضریح کے سرہانے اور اسی طرح آنحضرتؐ کی دور سے زیارت کرنے میں؛ زیارت کلمۂ شہادتین کی عبارت کے ساتھ آغاز ہوا ہے۔(۳)

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت میں زائر کوفہ پہنچنے سے پہلے اپنی گفتگو کو تکبیر، تقدیس اور تسبیح کے ساتھ شروع کرتا ہے اور بہترین توحیدی عبارتوں کو بیان کرتا ہے۔(۴)

جب زائر نجف اشرف کے دروازے پر پہنچے تو یہ کہے:

''شکر ہے اُس خدا کا جس نے اس جگہ کی ہمیں ہدایت فرمائی، اگر خدا کی رہنمائی نہ ہوتی تو ہرگز اس جگہ تک نہ پہنچ سکتے، شکر ہے اُس خدا کا جس نے اس (علیؑ) کے شہر کی طرف سفر کرنے (کی اجازت) دی....'' (۵)

جب روضے کے پہلے دروازے پر پہنچے تو یہ کہے:

۱۔سورۂ احزاب، آیت ۵۳

۲۔مفاتیح الجنان، دوسری فصل، داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کے ذکر میں، ص ۴۲۷

۳۔مفاتیح الجنان، ص ۴۳۲ ۴۔گزشتہ حوالہ، ص ۴۳۷ ۵۔گزشتہ حوالہ، ص ۴۶۲

''خدایا! تیرے [گھر] پر کھڑا ہوں اور تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، تیری ریسمان کو پکڑے ہوئے ہوں اور اپنے آپ میں تیری رحمت سے استفادہ کرنے کی صلاحیت پاتا ہوں اور تیرے ولی سے توسل چاہتا ہوں پس اس زیارت کو مقبول اور دعا کو مستجاب فرما۔''(۱)

جب صحن اور حرم میں داخل ہو تو خدا کی حمد و ثناء جس نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی معرفت عطا کی ہے بجا لائے اور تکبیر و تہلیل کرے اور جب حرم مطہر میں داخل ہو تو اس طرح سے خدا کا ذکر کرے:

''بنام خدا و بذاتِ خدا، خدا کی راہ میں اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر کہ خدا کا درود و سلام ہو ان پر۔

پروردگارا! مجھے بخش دے، مجھ پر کرم فرما اور میری توبہ قبول کر کیونکہ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔''(۲)

''امیر المومنین علی علیہ السلام کی زیارت'' میں زائر خدا کے سلام کو اس کے رسولؐ تک پہنچانے کے بعد یہ کہتا ہے:

پروردگارا! امیر المومنین علیہ السلام پر رحمت نازل فرما جو پیغمبر کے بعد تیرا بہترین بندہ و مخلوق ہیں، تیرے رسولؐ کے بھائی اور تیرے حبیبؐ کے جانشین ہیں جسے تو نے اپنی مخلوقات میں انتخاب کیا اور اپنی رسالتوں کے ساتھ انہیں مبعوث فرمایا۔(۳)

۱۔مفاتیح الجنان،ص۴٦۴ ۲۔گزشتہ حوالہ،ص٦٦۴ ۳۔گزشتہ حوالہ،ص۴٦۷

مولا علی علیہ السلام کی ضریح کے سرہانے ان عبارتوں سے ان کی ولایت کا اظہار کرتا ہے:

اے میرے مولا! میں تیرے حرم میں داخل ہوا ہوں اور اپنی مراد تک پہنچنے کے لئے آپ کے وسیلے سے اپنے پروردگار سے دعا کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ سے توسل کرنے والا ناامید نہیں ہوتا اور جو معرفت کے ساتھ آپؑ سے درخواست کرتا ہے اس کی حاجت پوری ہوتی ہے لہٰذا آپ خدا کے نزدیک میرا وسیلہ ہیں کہ جو میرا اور آپ کا خدا ہے اس چیز میں کہ وہ میری دعاؤں کو برلائے اور میرے کاموں [کی دشواری] کو آسان کرے اور میری سختیوں کو دور کرے اور میرے گناہوں کو بخش دے....(۱)

خداشناسی کو امامؑ کی معرفت کے ساتھ اور ان دونوں کے رابطہ کو ''سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت'' میں واضح طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں:

جو شخص خدا کو چاہتا ہے وہ آپ کے وسیلے سے [اپنے مقصد کا] آغاز کرتا ہے۔ خدا آپ کے ذریعہ جھوٹ کو ظاہر کرتا ہے اور آپؑ کے وسیلے سے دنیا کے مشکلات کو دور کرتا ہے۔ خدا آپؑ کے وسیلے سے [ہدایت کا راستہ] کھولتا ہے اور آپؑ ہی کے وسیلے سے اُسے اختتام تک پہنچاتا ہے۔ خدا آپؑ کے وسیلے سے جو چیز چاہتا ہے [تقدیر] سے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔ آپؑ کے ذریعہ طوقِ ذلت کو ہماری گردنوں سے کھول دیتا ہے اور آپؑ کے وسیلے سے ہر مومن کے ناحق خون کا انتقام لیتا ہے....(۲)

۱۔ مفاتیح الجنان، ص۵۶۱

۲۔ مفاتیح الجنان، زیارتِ مطلقہ امام حسینؑ

خداوند عالم کا ارادہ اس کے کام [یا قضا و مشیت] آپ کی طرف نازل ہوتی ہے اور آپ کے گھر سے باہر نکلتی ہے.....۔(۱)

خداوند عالم کے نزدیک اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کا آخری جملہ بہترین اور قابل توجہ جملہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ حضرات خداوند عالم کی مشیت و ارادہ کا مرکز ہیں۔

''زیارتِ جامعہ کبیرہ'' جو بلیغ ترین توصیف، مکمل ترین نعت (۲) اور ائمہ معصومینؑ کے فضائل کا احصا ہے، خود توحید و یکتا پرستی کے بہترین معانی پر مشتمل ہے جو رسا، روشن و بیان صورت میں توحید و امامت کے رابطہ کو آشکار کرتی ہے اور ائمہ کے فضائل کو خدائی عطیہ و کرمِ پروردگار کے طور پر پہچنواتی ہے جیسا کہ کلمۂ جلالہ ''اللہ'' اکثر سطروں میں دیکھا جا سکتا ہے اور خدائے سبحان کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

نمونہ کے طور پر زیارتِ جامعہ کبیرہ کے چند فقروں کا ترجمہ کرتے ہیں:

۱۔زیارت کی عبارت اس طرح ہے:''ارادةُ الـرَّبِّ في مقاديرِ اُمورِهِ تَهْبِطُ اِلَيكُم وَ تَصدُرُ مِن بيوتِكم.'' مفاتیح الجنان، زیارت مطلقہ امام حسینؑ، ص۵۶۱

۲۔مدح وثنا، توصیف (زیادہ تر خدا اور رسولؐ کے بارے میں استعمال ہوتی ہے۔)

''سلام ہو خدا کی طرف دعوت دینے والے اور خدا کی خوشنودی کی طرف ہدایت دینے والے، خدا کی [خلافت] حاصل کرنے والے، خدا کی محبت میں کامل اور اس کی توحید میں مخلص، خدا کے امرونہی کو [اپنی احادیث، خطبے اور مناظروں میں] ظاہر کرنے والے ہیں...۔''

اسی زیارت میں دوسری جگہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی کچھ اس طرح توصیف کرتے ہیں:

''خداوند عالم نے آپ کو لغزشوں سے حفاظت فرمائی اور فتنوں سے امان میں رکھا، آپ کو آلودگیوں سے پاک و پاکیزہ رکھا، آپ کو ہر گناہ و پلیدی سے محفوظ رکھا، آپ کو بہترین طریقے سے پاک کیا پس آپ حضرات نے بھی جلال خداوندی کی عظمت کے ساتھ حمد وثنا کی اور اس کی شان کو بلند جانا اور اس کے کرم کو بزرگی کے ساتھ سراہا اور اس کے ذکر کو آگے بڑھایا......۔''

یہ اوصاف جو خداوند عالم کے ساتھ رابطہ برقرار کرنے میں ہے اس طرح سے بیان ہوتے ہیں اور اُن ذواتِ مقدسہ کا خدا کے نزدیک تقرب کا کمال واضح ہو جاتا ہے جب زائر یہ کہتا ہے:

''جس نے آپ سے محبت کی بے شک اُس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی اور جس نے آپ کا دامن تھاما اس نے خدا کا دامن تھام لیا.....۔''(۱)

۱۔رجوع فرمائیں: مفاتیح الجنان

نمازِ زیارت: آدابِ زیارت میں سے ایک نمازِ زیارت ہے جو دو رکعت ہے (۱) جسے ماثورہ زیارتوں کو پڑھنے کے بعد بجا لانا چاہئے۔ وہ دعا جو نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے خود یکتا پرستی میں نماز گزار کے ہدف کو بہترین طریقے سے پہنچواتی ہے اور نمونہ کے طور پر اُس دعا کا ترجمہ جو زیارتِ امیر المومنین علیہ السلام کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے:

پروردگارا! میں نے ان دو رکعت نماز کو پڑھا میری طرف سے، میرے مولا و آقا کی خدمت میں ہدیہ ہے جو تیرا ولی، تیرے رسولؐ کا بھائی، مومنوں کے امیر اور اوصیاء کے سردار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں؛ انؑ پر اور انؑ کی آلؑ پر خدا کا درود و سلام ہو۔

پروردگارا! پس محمد و آلِ محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما اور میری (اس زیارت کو) قبول فرما اور اس پر مجھے ثواب عطا فرما اُسی طرح سے جس طرح تو نیکیاں کرنے والوں کو جزا عنایت کرتا ہے۔

پروردگارا! میں نے صرف تیرے لئے نماز پڑھی اور صرف تیرے لئے رکوع و سجدہ کئے کیونکہ تو یک و یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس لئے کہ نماز، رکوع اور سجود صرف تیری ہی ذات کے لئے ہیں کہ تیرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں۔

۱۔ زیارتِ امیر المومنین علیہ السلام میں یہ نماز چھ رکعت ہے، دو رکعت کا ثواب حضرت علی علیہ السلام کے لئے ہدیہ کرنا اور چار رکعت جنابِ آدمؑ و حضرت نوحؑ کے لئے ہے۔

خدایا! محمد وآل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما، میری زیارت قبول کر اور میری حاجت کو محمد وآل محمد علیہم السلام کے صدقے میں پوری فرما۔(١)

مصنف کوئی حاجت نہیں دیکھتا کہ توضیح دے کہ کس طرح یہ دعا اور اس کے مثل جو زائر کی حاجت و گفتگو کو بیان کرتی ہے اور نیز زائرین کے نسبت شرک کی تہمت لگانے والوں کی تکذیب کرتی ہے اور ''توحید'' اور ''امامت'' کے عقیدے کی اساس کے درمیان رابطہ کی کیفیت کو بیان کرتی ہے؛ ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ (یہ) خداوند عالم وحدہ لاشریک کی خاص عبادت ہے اور جس کا ثواب امامؑ کو ہدیہ کیا جاتا ہے جو خدا کے بہترین بندے اور ہمیں خدا کو پہچنوانے کا بہترین وسیلہ ہیں۔

١۔ مفاتیح الجنان، یہ دعا زیارتِ سید الشہداء علیہ السلام کی نماز کے بعد بھی آئی ہے؛ رجوع فرمائیں: مفاتیح الجنان، زیارتِ مطلقہ کی چھٹی زیارت کے خاتمہ پر، ص ٥٦٧

تولا وتبرا

﴿قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾(۱)

زیارتوں میں جو موضوعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک تبرّا (۲) (ظالم و فاسد حکمرانوں، ائمہ معصومین علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزاری) کرنا اور دوسرا تولاّ یعنی اماموں سے اظہارِ محبت کرنا ہے۔ اس ترتیب سے زیارت کو تولا وتبرا کی جلوہ گاہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

چونکہ یہ دو معنوی حالتیں انسان کے اہم عواطف میں سے ہیں جو فردی اخلاق کی تربیت کرنے میں اور اسی طرح سیاسی و معاشرتی کاموں میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اور بہت سی پسند و ناپسند رفتار کا باعث ہیں، سب سے پہلے اس باب میں مختصر سی توضیح پیش کریں گے اس کے بعد زیارتوں کی عبارتوں سے شواہد نقل کریں گے:

۱۔ سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳: [اے پیغمبرؐ!] آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس [تبلیغ رسالت] کا کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے اقربا سے محبت کرو۔

۲۔ تولاّ: عربی میں تولِّی ہے یعنی: کسی سے محبت و دوستی رکھنا۔ تبرّا عربی میں تبرِّی ہے یعنی کسی سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرنا۔

رغبت ونفرت، محبت وعداوت: انسان کے عواطف وانفعالی حالات میں سے ہیں جو فطری طور پر تمام لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور علم نفسیات کے موضوع میں تحقیق وجستجو کا سبب قرار پائی ہیں۔

ایک حقیقی اور اپنے مذہب کا پابند مسلمان عقیدہ کے موافق ومخالف کے بارہ میں اپنے دل میں برابر کے حالات نہیں رکھ سکتا کیونکہ ایک مذہب پر سچے ایمان وعقیدہ کا لازمہ یہ ہے کہ وہ اس کی حمایت اور اس کا دفاع کرے، اماموںؑ سے دوستی اور ان کے مخالفوں سے نفرت ودوری کرے کہ اگر کوئی شخص یہ حالت نہ رکھتا ہو تو مخالفین اس سے اور اس کے مذہب ومکتب سے دشمنی وعداوت کریں گے جیسا کہ دورِ حاضر کے سیاسی ومعاشرتی واقعات میں دیکھ سکتے ہیں۔

مزید یہ کہ اسلام جو ایک کامل وجامع دین ہے جس کی تعلیمات صرف انسانی بدن اور ظاہری اعمال تک منحصر نہیں ہیں بلکہ انسان کے مقاصد ونیتوں پر بھی حکم دیتا ہے خصوصاً روح کی محبت وعداوت کے نسبت جو انسان کے قوی رجحانات ہیں؛ وہ ہدایات پیش کرتا ہے کہ اس کے تعلیمات کی حکمت وحقیقت کو بیان کرتی ہے۔

مطلب کا راز اور اس کی اہمیت اس میں ہے کہ انسان (غیر معمولی موارد کو چھوڑ کر) سب سے زیادہ وہ دلیل، منطق اور علم کا تابع ہونا چاہئے جبکہ وہ اپنے احساسات وعواطف کا تابع وفرمانبردار ہوتا ہے جیسے اس کی بہت سی رفتار جو محبت ونفرت کو نمایاں کرتی ہے یا

رائج رسومات کی پیروی کرنے کی تاثیراور بزرگانِ قوم وملت کی تقلید کرنا۔(۱)

اسی وجہ سے قرآن کریم اور روایات، انسان کی محبت وعداوت بھی حکم الٰہی کے تحت آئی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:﴿یَـا ایُّھـا الَّـذیـنَ آمَـنُوا لا تَتَّخِذوا آباءَ کم و أَخوَانکُم أَولِیَاءَ اِنِ اسْتَحبُّوا الکُفرَ علیٰ الایمانِ﴾(۲)

اے ایمان لانے والوخبردار اپنے باپ، دادااور بھائیوں کواپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کودوست رکھیں۔(۳)

بے شک! ''صلح کل'' ہونا حقیقتاً راسخ عقیدہ اور ثابت ایمان نہ ہونے کو بیان کرتا ہے اور اللہ اوراس کا رسولؐ دونوں مشرکین سے بیزار ہیں۔(۴) یعنی ان کے شرک اور فاسدعقیدوں سے جس کے بارے میں چندحدیثیں درج ذیل ہیں:

۱۔ملک کی ''حکومت'' اورانتظام کرنے والوں کی ایک اہمیت اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح یاانہیں فسادتک پہنچانے میں اور بہت زیادہ تاثیر رکھتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی عمومی تقلید کا سبب واقع ہوتے ہیں۔

۲۔سورۂ توبہ،آیت۲۳

۳۔اس کے بعد والی آیت شدید لہجے میں آئی ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:''قوم،نفس، اموال و تجارت کوخدااوررسولؐ اورراہِ خدامیں جہاد سے زیادہ دوست مت رکھو۔''

۴۔سورۂ توبہ،آیت۳

فُضیل بن یسار کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا محبت و عداوت کرنا ایمان میں سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ کیا ایمان، محبت و عداوت کے علاوہ (بھی کوئی چیز) ہے؟ اس کے بعد آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ خدا نے ایمان کو تمہارا محبوب بنایا اور اسے تمہارے دل میں قرار دیا اور کفر و نافرمانی و عصیان کو تمہاری نظروں میں ناپسند کیا، یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔(۱)

نیک کاموں کو دوست رکھنے اور بدکاروں سے ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے دشمنی کرنے کی ہی حالت خود اس شخص کی نیکی اور بدی کا میزان و ترازو ہے:

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جب بھی یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ تمہارے اندر نیکی ہے تو اپنے دل کو دیکھو؛ اگر خدا کی اطاعت کرنے والوں کو دوست اور اس کی معصیت کرنے والوں کو دشمن رکھتے ہو تو تمہارے اندر نیکی ہے اور خدا بھی تم کو دوست رکھتا ہے اور اگر اطاعتِ خدا کرنے والوں کو دشمن اور معصیتِ خدا کرنے والوں کو دوست رکھتے ہو تو تمہارے اندر نیکی نہیں اور خدا تم کو دشمن رکھتا ہے اور ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ محشور ہوگا۔(۲)

۱۔مذکورہ حدیث کے لئے رجوع فرمائیں: اصول کافی، ترجمہ حاج سید جواد مصطفوی، ج۳، ص۱۹۰

۲۔اصول کافی، ترجمہ حاج سید جواد مصطفوی، ج۳، ص۱۹۲

اس حدیث کا یہ آخری جملہ ''و المرءُ مَع مَن أَحبَّه '' زیادہ توجہ کے قابل ہے اور اسلام کے اصلی عقیدہ کی حکایت کرتا ہے کیونکہ انسان کی روح جو بچپنے میں ہر نقش کو قبول کرنے کا آئینہ ہے، طولِ عمر میں زندگی کے اچھے اور بُرے واقعات کے ساتھ تشکیل پاتی ہے اور اس کی شخصیت بنتی ہے اور اس کا حشر ونشر انہیں کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ وابستہ اور لگاؤ رکھتا تھا: خدا، یا نفسانی خواہشات، حق یا باطل....

لہٰذا ہم نے جانا کہ کیوں ''انسان اُس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے'' تولا وتبرا کی اہمیت کو انسانی تربیت اور اس کے فکری راستے کو معین کرنے اور قلبی رجحانات کو زیادہ درک کر سکتے ہیں اور اس طرح زیارت کی اہمیت زیادہ سمجھ میں آتی ہے جو براہِ راست ائمہ معصومین علیہم السلام کی محبت وولایت کی تلقین کرتی ہے اور ظالموں اور غاصبوں پر لعن وطعن کرنا ان (ائمہؑ) کے حق کو پلٹا دیتا ہے خصوصاً سید الشہداء علیہ السلام کی زیارتوں میں جو تولا وتبرا کی چند مثالیں ہمیں بتلاتی ہیں۔ زیارت امیر المومنین علیہ السلام میں اس طرح پڑھتے ہیں:

''پروردگارا! امیر المومنین علیہ السلام کے قاتلوں پر لعنت کر، خدایا قاتلان حسنؑ وحسینؑ پر لعنت کر، خدایا قاتلان ائمہؑ پر لعنت کر اور ان پر عذاب نازل فرما ایسا دردناک عذاب کہ دنیا کے کسی بھی انسان پر ایسا عذاب نہ کیا ہو، ایسا عذاب جس سے گریز اور خاتمہ ممکن نہ ہو اور (اس کے) ختم ہونے کی مدت معین نہ ہو [کیوں؟] اس لئے کہ تمہارے اولیاء سے

انہوں نے مخالفت اور جنگ کی اوران کے لئے ایسا عذاب کہ جیسا تو نے اپنی کسی مخلوق پر نہ کیا ہو....‘‘(۱)

غالباً زائر کا امامؑ سے تولا و محبت، ان کے معنوی مقامات وفضائل بیان کرنے کے بعد ذکر ہوتا ہے تا کہ محبت و ولایت پر علت وسبب جواُن معنوی، نیک حضرات سے رکھتا ہے۔

روزِ عرفہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے کچھ منتخب نمونوں کونقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

’’آپ ہدایت کا دروازہ، تقویٰ کے امام، محکم ریسمان، دنیا پر حجت اور اصحابِ کساء کی پانچویں فرد ہیں۔

خدائی قدرت نے آپؑ کو غذا دی، ایمان کے پستان سے شیر نوش فرمایا اور دامن اسلام میں پرورش پائی۔ اسی بنا پر دل آپ کے فراق پر راضی نہیں ہے اور آپؑ کے زندہ ہونے میں کوئی شک وشبہہ نہیں کرتا۔ خدا کی رحمت ہو آپؑ پر اور آپؑ کے آباء واجداد اور آپ کی اولاد پر۔‘‘

زائر چند سلام وتحیت کے بعد اس طرح سے دوستانہ رجحانات کا اظہار کرتا ہے:

’’اے رسول خداؐ کے فرزند! میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں۔

۱۔ زیارت مطلقۂ امیر المومنین علیہ السلام کی ابتدائی عبارت کا ترجمہ، مفاتیح الجنان، ص۴۶۹

اے اباعبداللہ! میرے ماں باپ آپ پرقربان ہوں۔

بے شک آپؑ پر ناگوار واقعہ اور مصیبت ہم پر اور تمام آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں کے لئے شدید رنج وغم کا باعث ہے۔ پس جن لوگوں نے اپنے گھوڑوں پر زین رکھی، ان کے دہان میں لگام کسی اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے خدا کی لعنت ہو ان پر۔''(۱)

اس طرح کے پُر جوش مضامین رسول اکرم ﷺ کی اولاد کے فضائل بیان کرنے، ان کی مدد اور ساتھ رہنے کی تمنا کرنے، ان کے ظالموں اور دشمنوں پر لعنت ونفرت کرنے کی ہمیشہ زائر کو تعلیم وتلقین کرتے ہیں، اس کی معنوی قوت وشجاعت کا سبب بنتے ہیں اور مقدس غضب کے شعلے کو اس کے دل میں فروزاں کرتے ہیں تاکہ ہر ظلم وظالم کی بنیاد کو ہلا دے اور ظالم حکمرانوں کے نسبت اس کی نفرت و بیزاری کو ابھار دے (۲)، وہ حکام جو یا انہی پلید نسل میں سے ہیں یعنی بنی امیہ؛ اُسی خباثت ورذالت کے ساتھ یا فکری وسیاسی نظریہ سے انہی قدرت طلب طاغوتوں میں سے ہیں یعنی بنی عباس؛ دونوں ہی صورت

۱۔مفاتیح الجنان، ص۵۹۵۔۵۹۶؛ص۵۶۱اور۵۶۵

۲۔زیارت جامعہ کبیرہ میں زائر اس حالت میں تصریح کرتا ہے اور کہتا ہے: ''سلمٌ لمن سالمکم و حربٌ لمن حاربکم ''اے معصوم امامؑ! جو شخص آپؑ کا فرمانبردار ہے میں اس سے صلح و دوستی رکھتا ہوں اور جو آپؑ سے جنگ کرتا ہے میں بھی اس سے جنگ کرتا ہوں۔

میں وہ علم وتقویٰ اور انسانی فضائل وکمالات کے دشمن ہیں جو رسولؐ کی عترت میں جلوہ افروز تھی اور لوگوں کو ان کی طرف جذب کرتی ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی روزِ عاشورہ کی زیارت میں خاندان عصمت وطہارت کے دشمن اور علی وآل علی علیہ السلام کی امامت اور حکومت کے مخالفوں پر سب سے زیادہ لعنت وارد ہوئی ہے جس کے بعض حصے کا ترجمہ اس طرح سے ہے:

اے اباعبد اللہ! آپؑ پر جو ناگوار واقعات اور مصیبتیں پڑی ہیں ہم اور تمام مسلمانوں پر بہت بڑی اور عظیم ہیں۔ جو مصیبتیں آپؑ پر پڑی وہ آسمانوں اور تمام آسمان والوں پر بھی بڑی اور عظیم ہیں۔

پس خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنھوں نے خاندانِ پیغمبر پر ظلم وستم کیے، خدا لعنت کرے ان پر جنھوں نے لوگوں کو آپؑ کے مقام ومنزلت سے روکا اور وہ درجات جسے خداوند عالم نے آپ حضرات کو عطا کیے تھے؛ دور کیا....۔

اے اباعبد اللہ! بیشک میں تا روزِ قیامت ان لوگوں سے صلح کروں گا جنھوں نے آپ سے صلح کی اور ان سے جنگ کروں گا جنھوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی۔

خدا لعنت کرے ''آل زیاد'' اور ''آل مروان'' پر اور خدا ''بنی امیہ'' کے تمام لوگوں کو لعنت کرے، خدا لعنت کرے ''مرجانہ'' کے بیٹے پر ''ابن زیاد'' کو، خدا لعنت کرے عمر سعد اور ''شمر'' پر۔

خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے گھوڑوں پر زین رکھی، لگام کسی اور نقاب پہنا تا کہ آپ سے جنگ کریں اور آپؑ کو قتل کریں۔

وہ چیز جو ان لعنتوں میں قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ان میں تاکید وشدت پائی جاتی ہے اور یہ ان ظالم اور ملعون افراد کی خباثت وپستی پر دلالت کرتی ہے کہ جنہوں نے حق و عدالت کے خلاف انجام دیا ہے اور تاریخ اسلام کے راستے کو منحرف کیا، اسی بنا پر یہ بات دو قبیلے کی خاص دشمنی اور کسی زمان ومقام میں ختم ہونے والی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ جنگ طولِ تاریخ میں حق وباطل اور عدل وظلم کی لڑائی ہے کہ آج بھی اس کے تمام ظواہر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

لہٰذا جب تک دنیا میں ظلم ہے یہ لعن وطعن بھی ہے اور جب تک تجاوز کرنے والے کا ہاتھ پھیلا رہے گا، اِس پر لعنت کا دروازہ بھی ہمیشہ کھلا رہے گا۔

یہ مسلسل لعنتیں فطرتاً زیارتِ عاشورہ پڑھنے والوں کی ظالموں اور ان کے پیروکاروں کے نسبت نفرت و دشمنی ابھارتی ہے، اس مقدس غضب کے شعلے کو ہر تجاوز کرنے والے اور حق وعدالت کے مخالف کی ضد کو اُس کے دل میں جلائے رکھتی ہے اور ہر گناہ، ظلم اور پلیدی کے خلاف صلح کو قبول نہ کرنے والا قہر اس کے وجود میں قائم رکھتی ہے اور یہ فطری امر ہے کہ اس طرح کی معرفت رکھنے والا زائر کبھی بھی ظلم وخیانت میں آلودہ نہیں ہوسکتا اور یہی ہے تولا و تبرا کی تربیتی اور علمی تاثیر۔

دعااورزیارت

﴿و قالَ رَبُّکُمُ ادعُونِي اَستَجِب لَکُم﴾(۱)

تمام آسمانی ادیان میں پروردگار کے ساتھ دعا ومناجات کرنا پایا جاتا ہے لیکن اسلام میں سب سے زیادہ اوروسیع ہے۔ ہمارے دین میں دعا جس اہمیت ووسعت کی حامل ہے یہ فطری ہے کہ زیارتوں کے اکثر حصوں کو شامل کرتی ہے اور جو فوائد دعا میں مترتب ہیں زیارت میں بھی پائے جاتے ہیں اوراس کے معنوی فوائد کے زیادہ ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

۱۔ سورۂ مومن، آیت ۶۰: اور تمہارے پروردگار نے کہا: ''مجھ سے [خلوص دل کے ساتھ] دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔''

لہٰذا امام باقرؑ وصادقؑ سے چند روایتیں آئی ہیں (جس میں ہے کہ) مذکورہ آیت میں ''عبادت'' سے مراد ''دعا'' ہے اور دعا عبادتوں میں افضل ہے۔ (الاصول من الکافی، کتاب الدعاء، ج۲، ص۴۶۶۔۴۶۷)

تمام زیارتوں میں دعائیہ جملے کئی جگہ استعمال ہوئے ہیں حتی بعض مشہور زیارتوں کے عناوین سراسر دعا پر مشتمل ہیں جیسے کہ ''امین اللہ'' اور ''زیارتِ رجبیہ''۔ نماز زیارت پڑھنے کے بعد جو متعدد اور مأثورہ دعائیں ہم تک پہنچی ہیں وہ اپنے بلند مطالب ومفاہیم کے ساتھ ساتھ اخلاق واسلامی سنتوں کو بہترین طریقے سے تعلیم دیتی ہیں لہٰذا ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دعا اور زیارت اسلام کے دو تربیتی و تعلیمی مکتب ہیں جو شیعوں میں ایک بلند مرکزیت رکھتے ہیں اور سنتِ نبویؐ کے مطابق اسے خاص اہمیت دی جاتی ہے اور بہت سے توحیدی معارف واحکام، دعا کی زبان یا زیارتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ امام خمینیؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: ''ائمہ طاہرین علیہم السلام نے.... زیادہ تر معنوی مسائل، طبیعت کے ماوراء اور دقیق الٰہی مسائل اور وہ چیزیں جو خدا کی شناخت ومعرفت سے مربوط ہیں، بزبان دعا بیان فرمائے لیکن ہم تو دعاؤں کو آخر تک پڑھ لیتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ان کے معانی ومفاہیم پر توجہ نہیں دیتے اور اصلاً سمجھتے ہی نہیں کہ امام کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' (۱)

۱۔ رسالۂ نوین تحریر الوسیلۃ، عبادت وخودسازی، ج۱، ص۱۳۰

دعا کے بارے میں کچھ باتیں

''الدُّعاءُ مَفاتِیح النَّجاحِ وَ مَقالیدُ الفَلاحِ وَ خَیرُ الدُّعَاءِ ما صدَرَ عَن صَدرٍ نَقِیّ وَ قَلبٍ تَقِیٍ.''(۱)

خوش قسمتی سے دعا کی اہمیت اوراس کے آثار کے بارے میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن مناسب ہے کہ مصنف بھی اس بارے میں اپنے احساسات ومعروضات کومختصرطور پر بیان کرے تاکہ ''دعا'' کی مختصرسی شناخت قارئین کی نظروں کے سامنے رہے:

دعا؛ خدا سے مانگنا اور التماس کرنا ہے۔ (۲) اپنے مہربان پروردگار کی طرف بندے کی قلبی رغبت، اپنے محبوب معبود کے ساتھ الفت کا رابطہ برقرار کرنا، خدائے چارہ ساز کے سامنے دوستانہ زبان میں راز و نیاز کرنا، انتظار وامید وتمنا کی زبان، اپنی حاجتوں پرنگاہ بھر کے دیکھنااوراپنی حاجتوں کے پوراہونے کی امید کرنا۔

۱۔ الاصول من الکافی، کتاب الدعاء، ج۲،ص ۴۶۸۔ ترجمہ: حاجت روائی کی کنجیاں اورنجات کے خزانے دعامیں ہیں اوربہترین دعاوہ ہے جوپاک اورخالص گناہ سے مبراسینےاوردل سے کی جائے۔

۲۔ دعاه یدعوه دعاءً و دعویٰ: رغَب اِلیه، استعانه۔(اقرب الموارد)

مأثورہ دعائیں جو ائمہ معصومین علیہم السلام سے (ہم تک) پہنچی ہیں محبت آمیز اور مہربان نظر رکھتی ہیں اور بہت سے الٰہی معرفت و معارف کے مقامات کو دلنشین زبان کے ذریعہ تعلیم دیتی ہیں۔

دعا کرنے والا دل کی زبان سے اپنے پروردگار جو قریب و مجیب (یعنی نزدیک اور جواب دینے والا ہے) سے باتیں کرتا ہے نہ کہ منطق و دلیل کی زبان سے، وہ خدا کو رفعت وعظمت کے ساتھ اپنی رگِ حیات سے قریب دیکھتا ہے، دوستانہ ومحبانہ طریقہ سے اس کے ساتھ رازِ دل بیان کرتا ہے اور اُس سے اپنی مشکلات کا حل چاہتا ہے۔ دعا کرنے والا اپنی فطری گہرائی میں اپنے ذاتی فقر واحتیاج کو احساس کرتا ہے اور خدا کے جانب اپنی حاجت روائی ومشکلکشائی کے لئے دیکھتا ہے جس کی قدرت و رحمت لامتناہی ہے اور جو اس کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔

محرکِ دعا: وہ حاجت وضرورت ہے جو مخلوق ذاتی طور پر رکھتا ہے اور وہ بے نیازی اور قدرت جو پروردگار عالم میں دیکھتا ہے، یہ احتیاج وفقر اگرچہ نوعِ بشر میں ذاتی اور فطری ہے لیکن کچھ افراد کے علاوہ بہت اُس سے غافل ہیں، لہٰذا دعا کی حالت ان میں کم نظر آتی ہے۔ البتہ اس احتیاج کو حقیر اور پست و مادّی حاجتوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ انبیاء و اولیائے الٰہی جو عظمتِ خدا کو ہم سے بہتر جانتے ہیں، انسانی فقر و ناتوانی اور لغزشوں کو ہم

سے بہتر پہچانتے ہیں لہٰذا اپنے سیر کمالی اور خدا سے تقرب میں دعا کی حاجت کا زیادہ احساس کرتے ہیں اور خداوند عالم سے مدد طلب کرتے ہیں کیونکہ (وہ حضرات) عاقل و خردمند اور عاشق و رشد یافتہ ہیں۔

دعا کی حالت: اُس وقت جب دل حاضر ہو اور حواس جمع ہوں اور اس کی تمام تر توجہ مبدأ ہستی، لامتناہی قدرت اور بے انتہا علم کی طرف ہو، انسان اپنے آپ سے باہر آ کر ایک مخصوص روحانی عالَم و معنوی فضا میں قرار پاتا ہے جو دوسری چیزوں سے دور اور اُس (خدا) کے ساتھ روحی رابطہ برقرار کرتا ہے جو ''قریب ہے اور دعا کرنے والوں کی اجابت کرنے والا ہے۔'' (۱) اور یہی ہے دعا کا فلسفہ وحکمت کیونکہ دوسرے حالات شخصی اور پانے والے احساس ہیں نہ کہ نقل وانتقال دینے والے۔ وہ ''محرک'' اور ''حالت'' دعا کی روح ہے اور اس طرح کی دعا ''اصل عبادت، دین کی بنیاد اور آسمان وزمین کا نور'' ہوتی ہے۔ (۲)

۱۔ سورۂ بقرہ کی ۱۸۶ ویں آیت سے اقتباس ہے: ﴿و اذا سئلک عبادی عنّی، فانی قریبٌ اُجیبُ دعوۃ الداعِ اذا دعانِ...﴾ ''

۲۔ الاصول من الکافی، ج ۲، ص ۴۶۸، حدیث ۱

دعا کے آثار: دعا چونکہ اپنے شرائط کے ساتھ انجام پاتی ہے اور (۱) اس پر دوام رکھنے سے انسان کی بلند شخصیت کو بنانے میں تعجب خیز آثار رکھتی ہے اس لئے کہ دعا جو خدا کی بزرگی اور شکر کے ساتھ، اپنی خطاؤں پر اعتراف کرتے ہوئے رحمت و بخشش طلب کرنا ہے جو روح پر بہترین تاثیر رکھتی ہے اور خدا پر توکل و بھروسہ کرنے میں اضافہ کرتی ہے، تمام معنوی قوتوں کو انسانی شائستہ قوانین کی راہ میں متحرک کردیتی ہے اور ارادے کے محکم اور قوی ہونے میں مددگار ثابت ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ انسانی کمالات تک پہنچنے اور خدا کے مظلوم بندوں کی خدمت کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

دعا؛ ایمان وامید کی روشنی کو دعا کرنے والے کے دل میں اضافہ کرتی ہے اور اس کی چشم انتظار کو غیر خدا سے بند کردیتی ہے اور اسے اپنے مولیٰ کا مخلص بندہ بنادیتی ہے اور تمام تعلقات و بے جا دلچسپیوں سے آزاد کردیتی ہے۔

جو شخص دعا سے آشنائی رکھتا ہے دھیرے دھیرے، اپنے حقیقی جوہر کو دوبارہ پالیتا ہے اور اپنی خداداد کرامت وشرافت کو حاصل کرلیتا ہے، اس کے بعد وہ راضی نہیں ہوتا کہ نام،

۱۔مختلف شرائط میں سے دو شرطیں اہم ہیں: پہلی شرط حلال روزی (الکافی، ج۲، ص۴۸۶، حدیث۹) اور دوسری شرط حضورِ دل اور (دعا کے) قبول ہونے پر زیادہ امید کرنا۔(الکافی، ج۲، ص۴۷۳، باب الاقبال علیٰ الدعاء)

روزی یا مادّی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی شخصیت (و ایمان) کو بیچے اور اپنے جسم کو ظلم و فساد میں مبتلا کرے؛ وہ ایسا مسلمان ہو جاتا ہے کہ خدا کے حکم پر تسلیم اور بس، تمام قید و بند، تعلقات سے آزاد اور کمال تک پہنچا ہوا انسان۔

یہ ہے دعا اور اس کے آثار جو اکثر زیارتوں میں موجود ہیں اور ان کی فضیلت میں زیادہ فائدہ مند ہونے کا سبب واقع ہوتے ہیں۔

چند زیارتوں کا ترجمہ حالانکہ ترجمہ ان دعاؤں کی عبارتوں کی فصاحت و بلاغت کو بیان کرنے سے قاصر ہے اور پڑھنے والے کی معنوی حالت اِنہی اصل دعاؤں کے مثل زیارتوں میں بھی ہے لیکن مصنف اس امید سے کہ اُس آسمانی تجلّی و روشنی کا ایک سایہ منعکس کرلے، چند زیارت کے جملوں کا ترجمہ نقل کرتا ہے جس کی ابتداء مشہور زیارت ''امین اللہ'' سے کی جاتی ہے:

۱۔ پروردگارا! میرے دل و جان کو اپنی تقدیر میں مطمئن اور اپنی قضا و قدر سے راضی کر۔(۱) زیارت و دعا کو میری شدید الفت و محبت قرار دے۔

۱۔''تقدیر'' خداوند عالم کے امور کی پیائش ہے اور ''قضا'' اس کا حکم جو ان مقدّرات پر جاری ہوتا ہے۔اس بحث کی تفصیل کے لئے کلامی کتب ملاحظہ فرمائیں اور مربوطہ حدیثیں اصول کافی میں کتاب التوحید، باب المشیۃ والارادۃ کتاب کی شرح کے ساتھ رجوع فرمائیں۔

اپنے اولیاء کے منتخب دوستوں (میں شامل کر) اورزمین وآسمان میں محبوب بنا۔

خدایا! مجھے اس طرح بنا کہ تیری بلاؤں کے نازل ہوتے وقت صابر، تیری بے انتہا نعمتوں کے مقابلہ شاکر، تیری کامل اور تمام نعمتوں کے نسبت ذاکر رہوں۔ پروردگارا! میرے دل کو اپنی خشنودی بخش، اپنی ملاقات کا عاشق بنا تا کہ توشۂ تقویٰ کو روز جزا کے لئے جمع کروں، تیرے اولیاء کی زندگی کی سنتوں اور راستوں کی جستجو کروں، تیرے دشمنوں کی بداخلاقی سے دوری کروں اور دنیا میں تیری حمد وثناء میں مشغول رہوں......۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام (جو اس زیارت کے روایت کرنے والے ہیں) ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص ہمارے شیعوں میں سے اس زیارت اور دعا کو جناب امیر المومنینؑ کی قبر مطہر یا (کسی دوسرے ائمہ میں سے) کسی امامؑ کی قبر مطہر پر پڑھے تو البتہ خداوند عالم اس زیارت اور دعا کو نور کے نامہ میں رکھ کر اوپر کی طرف لے جائے گا۔''(۱)

مصنف نہیں جانتا کہ امامؑ کی اس تعبیر سے کیا سمجھ میں آتا ہے؟ لیکن مناسب جانتا ہے کہ اپنے فہم کو ان درج ذیل تعبیروں میں اس طرح بیان کرے:

نور کی تعبیر کے بارے میں ہماری گفتار دنیا میں کردار کے مثل دو چہرہ رکھتی ہے:

۱۔ مفاتیح الجنان، زیارات مطلقہ امیر المومنینؑ، دوسری زیارت، ص ۴۷۸

ظاہری چہرہ، نزدیک، دنیاوی؛ یہی جو ہم دیکھتے یا سنتے ہیں اور اُس سے خوشحال یا رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں اور دوسرا باطنی چہرہ، ملکوتی، جس کی تجلی اس کے ظاہری و دنیوی آثار میں آشکار ہوتی ہے اور اس کی تشریح دوسرے حصے (زیارت احادیث کی روشنی میں) ''مستحق ثواب'' کے عنوان سے گزر چکی ہے۔

اس عقیدتی اصل کے بارے میں کہ اسلام میں اُسی طرح سے کہ نور ظاہراً زندگی کو روشن کرتا ہے، وہ چیز جو باطنی اور معنوی دنیا میں ہدایت و روشنی کا باعث ہوتی ہے اور انسان کی حقیقت بینی کا سبب ہے جسے ''نور'' سے تعبیر کیا ہے جیسے نورِ عقل، نورِ قرآن۔

زیارت جامعہ میں (جو معتبر زیارتوں میں سے ایک ہے) ائمہ معصومین علیہم السلام کے کلمات جو راہِ خدا کو روشن کرنے والے اور شبہات کے تاریک پردوں کو دور کرنے والے ہیں؟ ''نور'' سے تعبیر کیا گیا ہے: ''و انتم نور الاخیار و هُداة الابرار.'' (۱) آپ حضرات نیکوکاروں کے نور اور پرہیزگاروں کے لئے ہادی ہیں۔

۱۔ اسی طرح زیارتِ جامعہ میں پڑھتے ہیں: ''خَلقکم اللّٰهُ أَنوارا...''

معصومین علیہم السلام سے پہنچی روایات میں ''نور'' بعض آیات میں امام کے لئے جو راہِ مستقیم کو روشن کرتا ہے؛ تعبیر آئی ہے جیسے: ''لہٰذا خدا اور رسول پر اور اس نور پر ایمان لے آؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے۔'' (سورۂ تغابن، آیت ۸) اور یہ آیت: (خدا) تمہارے لئے ایسا نور قرار دے گا جس کی روشنی میں چل سکو۔ (سورۂ حدید، آیت ۲۹) یعنی وہ امام جس کی تم پیروی کروگے۔ (الاصول من الکافی، ج ۲، ص ۱۹۴۔۱۹۵)

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں خداوند عالم کے لئے (جو نور حیات بخشنے والا، دنیا کو روشن کرنے والا اور تمام مخلوقات کی ۔تکوینی وتشریعی ۔ ہدایت کرنے والا ہے) نیز''نور'' کی تعبیر بیان ہوئی ہے:

﴿اللّٰـهُ نُورُ السَّمٰواتِ وَ الأرضِ﴾(۱) خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے، ظلمتِ عدم میں چراغِ وجود جلانے والا، روشنی بخش اور آسمان اور زمین والوں کے لئے ہادی ہے۔

ہم اصل گفتگو کی طرف پلٹتے ہوئے کہیں گے کہ زیارت ''امین اللہ'' (اور اس کے مانند ائمہ معصومین علیہم السلام کے دوسرے کلام) عمیق معانی اور معنوی وزن رکھتے ہیں اور وہ حقائق جو ہمیں تعلیم دیتے ہیں، درحقیقت فکر اور دل کو روشنی دیتے ہیں، ہمارے فکر کو کشادہ کرتے ہیں، اس پیچیدگی ومشکلات کی حقیقتوں سے ہمیں آشنا کراتے ہیں اور خدا پر توکل وتوجہ کے ساتھ راحتِ فکر ونظر اور اطمینانِ دل کی بہترین راہ کی تعلیم دیتے ہیں جس طرح ظاہری نور تاریک راتوں میں ہمیں راستہ دکھاتا ہے کہ ہمیں گمراہی اور بھٹکنے سے دور کرتا ہے۔

۱۔سورۂ نور، آیت ۳۵۔مختلف معانی اور وجوہات جو''نور'' کے معنی میں بیان ہوئی اسے جاننے کے لئے رجوع فرمائیں: مجمع البیان، ج ۷، ص ۱۴۲۔۱۴۴، اور دوسری تفاسیر۔

اس بنا پر اس طرح کے روشنی بخش کلمات پڑھنا جس طرح سے پڑھنے والے کے دل وجان کی ظاہری پہلو کو منور کرتے ہیں اُسی طرح باطنی اور ملکوتی جنبہ میں بھی مؤثر واقع ہوتے ہیں اور دنیا کے ٹیپ ریکارڈروں میں بھی ''نور'' کی طرح (یہ کلمات) منعکس ہوتے ہیں: نور کی کیسٹ؟ نور کی سی ڈی؟ یا امام محمد باقر علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق نور کا نامہ؟ بہر حال روشن اور بہترین طریقے سے ریکارڈ ہوتا ہے اور دنیا کے زندہ اور اخذ کرنے والے حافظہ میں محفوظ رہتا ہے اُس دن تک کہ ''ثواب'' کے عنوان سے اُس کے صاحب کو پلٹا دیا جائے گا۔

۲۔اس طرح کی نورانی دعاؤں میں سے دوسری مثال وہ دعا ہے جو امام زمانہ (عج) کی زیارت کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کے ابتدائی حصے کا ترجمہ درج ذیل ہے:

پروردگارا! میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ اپنے محمدؐ جو پیغمبرِ رحمت اور کلمۂ نورانی ہے پر درود بھیج اور میرے دل کو نورِ یقین سے بھر دے، میرے سینے کو نورِ ایمان سے، میری فکر کو نورانیت سے، میرے عزم وارادے کو نورِ علم سے، میری طاقت کو نورِ عمل سے (۱)، میری

۱۔دعا کی یہ تعبیر قابل توجہ ہے کہ ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ ہماری فکر روشن اور پاک نیت کے ساتھ ہو اور عمل کے مرحلے میں آئے، ہمارا عزم وارادہ علم کی روشنی سے مالامال ہو تا کہ جاہلانہ عمل انجام نہ دیں اور ہماری طاقت میں ٹھہراؤ نہ پایا جائے بلکہ بہترین کردار سے آراستہ وآشکار ہو۔

زبان کونورِ صدق سے، میرے دین کو اپنی بصیرتوں اور دانائیوں سے، میری آنکھ کو نورِ بینائی سے بھر دے(۱) اور میرے کان کو نورِ حکمت سے [کہ حکیمانہ بات کے علاوہ کچھ نہ سنوں] تا کہ اس حالت میں کہ تیرے عہد و پیماں کی وفا کی ہو تجھ سے ملاقات کروں پس تیری رحمت مجھے گھیر لے، اے ولی وا ے حمید!(۲)

۳۔ دعائیں جو زیارتوں کے ضمن میں آئی ہیں بہت زیادہ ہیں لیکن چونکہ ان کے چند نمونے بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا دوسرے نمونے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں اور وہ زیارت جامعہ کبیرہ کے آخری جملات ہیں جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

بارالٰہا! میں نے شفیعوں میں محمدؐ و آل محمدؐ کی ذواتِ مقدسہ کو تیرے سب سے نزدیک پایا، جو (خدا کے) منتخب بندے ہیں اور نیکوکار امامؑ ہیں؛ اگر ان سے بہتر کوئی ہوتا تو ضرور انہیں تیری بارگاہ میں شفیع قرار دیتا [لیکن ان سے مقرب ترین کسی کو نہ پایا] پس اُس حق کا واسطہ جسے تو نے ان پر واجب کیا [کہ ان کی شفاعت کو ردّ نہ کرے] تجھے قسم دیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مجھے ان کے اور ان کے حق کی معرفت رکھنے والے گروہ میں داخل کر اور اس

۱۔ دعا کی عبارت یہ ہے:''و بصری نورُ الضیاء.''عموماً''نور''اور''ضیاء''مترادف شمار ہوتے ہیں لیکن صاحبِ فرہنگ غیاث اللغات لکھتے ہیں: ضیاء؛ نور سے قوی تر ہے۔

۲۔ مفاتیح الجنان، ص ۶۷۵

جماعت میں شامل کر جس پر ان کی شفاعت واقع ہو گی کہ بے شک تو رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔(۱)

اس بحث کے اختتام پر ایک یاد دہانی ضروری ہے کہ زیارت و دعا، توبہ اور خدا کی طرف پلٹنا یہ تمام وسائل و طریقے انسان کے اختیار میں ہیں کہ سہو و نسیان یا دنیا کے پرفریب جلوے اُسے خطا و گناہ کرنے پر اُکساتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ انسانی شرافت و کرامت کو گنوا دیتا ہے لیکن خداوند رحمٰن نے اس کی اصلاح، اس کی کرامت اور حقیقی نورانیت کو پلٹانے کے لئے ایسے وسیلے قرار دیئے ہیں تاکہ ان سے استفادہ کرے اور شہوت و لذت طلبی سے اپنے آلودہ جسم کا تزکیہ و خیانت سے تاریک دل کی نظافت میں مشغول ہو جائے۔

۱۔ مفاتیح الجنان، ص ۷۰۶

زیارتناموں کی ادبی اہمیت

اس کے بعد کہ ہم نے مختصر طور پر زیارتوں کے مفاہیم کا تجزیہ کیا، بہتر ہے کہ ان کی ادبی ولفظی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کریں لہٰذا ہم کہیں گے: زیبا کلام اور خوبصورت بیان ائمہ معصومین علیہم السلام کی خصوصیت ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خود عرب میں فصیح ترین اور ان کے پروردہ جو آپ کی عترت طاہرہ ہے، سب اس الٰہی تحفے سے بلند ترین درجہ میں (فصاحت) رکھنے والے تھے۔ مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ امیر المومنینؑ اور ان کی معصوم اولاد اپنے علمی آثار کی بنا پر تمام کلامِ خدا کے محافظ اور قرآنی تفسیر وتأویل (۱) اور مجمل ومفصل کے عالم ہیں؟ پس کیا تعجب اس طرح کی کتاب کے عالم ومعلّم پر جو ادبی لحاظ سے کمال کی بلندی پر ہوں اور اپنی خطابت وبہترین بیان میں بے مثل ہوں اور اس کے بلاغت کی نمائش میں بے نظیر۔

۱۔ تفسیر: بیان کرنا، مشکل الفاظ کے معنی روشن کرنا اور قرآنی آیات سے مرادِ الٰہی کو بیان کرنا۔
تأویل: آیت کے محتمل معانی میں سے کسی ایک کو جو ظاہر کے مطابق ہو پلٹانا، ایک معنی پر آیت کو پلٹانا جو مقبول ہو اور کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ (تفسیر مجمع البیان، ج۱، ص۱۳، اور کشف الاسرار، ج۲، ص۲۰ کے مقدمہ سے مأخوذ)

مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبات، خطوط اور کلام کے مجموعہ کا نام ''نہج البلاغہ'' ہو گیا؟ جو خوبصورت آئینہ اور سخنوروں اور نویسندوں کا رہنما ہے۔

ابتدائی تصور کے برعکس، دقت اور باریک بینی کے بعد ان تمام دعاؤں اور زیارتوں کو ایک رنگین پردہ کے طور پر پاتے ہیں جو فصیح الفاظ، بدیع تعبیرات، بہترین تشبیہات، خوبصورت استعارات اور ذوق پسند تصاویر جو بلند فنی اہمیت کے حامل ہیں، کی عکاسی کرتا ہے۔

اگرچہ کبھی مترادف جملے ہیں اور لفظ بیشتر معنی رکھتا ہے لیکن یہ حال و مقام، مناسبت اور بلاغت کی اولین شرط ہے کیونکہ زائر اپنے امام کی جامع اور عمیق معرفت رکھتا ہو اور یہ چیز امامؑ کے محامد و مناقب کی ایک ایک تشریح کے ساتھ ممکن ہے۔ اسی طرح مشتاق زائر اپنے دوست کے ساتھ گفتگو کرتا ہے، چاہتا ہے کہ اُس سے دردِ دل بیان کرے، اپنی حالت کی تشریح کرے، عرضِ ارادت کے ضمن میں (اپنی) حاجت کو بیان کرے، جہادِ اکبر کے لئے (ان سے) مدد مانگے اور (دنیا و عقبیٰ میں) صراطِ مستقیم سے گزرنے کے لئے جو ایک باریک اور تیز دھار راستہ ہے؛ مددگار چاہتا ہے اور یہ تفصیل کے بغیر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے علاوہ اپنے محبوب سے گفتگو کی لذت اور الفت حاصل کرنا، اس طرح کے مکرر الفاظ اور گفتگو کو طول دینے کی بنا پر ہوتا ہے لیکن چونکہ ان میں عمدہ نثر، مختلف تعبیرات اور دلپذیر معانی ہیں گویا ہر جملے میں ایک نیا اور تازہ مطلب بیان ہوتا ہے اور پڑھنے والا

ملول ورنجیدہ نہیں ہوتا، ملال وہاں پر ہے جہاں محبت نہ ہو یا گفتگو میں سستی پائی جاتی ہو، یہ دو باتیں حقیقی زیارت سے جو رغبت کے ساتھ دیدار کرنا اور محبانہ لہجے میں دوستانہ دعا کرنا ہے، سازگار نہیں ہیں۔

مأثورہ (۱) دعاؤں اور ان زیارتوں میں جو اہل بیت نبوت علیہم السلام سے ہم تک پہنچی ہیں؛ ان میں غور وفکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادبی لحاظ سے بہترین ورسا، عمدہ واہم، موزون و مسجّع ہے، (۲) اس طرح سے کہ زیارت کا زمزمہ (خصوصاً اگر بلند آواز سے پڑھی جائے) تو ایک خاص ترنم ایجاد کرتی ہے اور بہترین نغمہ بناتی ہے جس کے معانی دلنشین اور لبھانے والے ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ زیارتیں اور دعائیں مذہبی نغمہ اور آسمانی شعر ہیں اور بلند مضامین رکھتی ہیں جس کے ذریعہ پڑھنے والے کو روحانی معراج کی طرف لے جاتی ہیں اور ایک ملکوتی حالت پیدا ہوتی ہے۔اسی وجہ سے زیارت اور دعا کے معانی، با معرفت مفاہیم شائستہ اور پسندیدہ قالب میں بیان ہوئے ہیں جس کے ذریعہ پیاسوں کو اپنے دوست کا سرمست بنا دیتی ہے اور ایک معنوی لذت (جو چکھنے والی ہے نہ کہ بیان کرنے والی) اس کے لئے ایجاد کرتی ہے۔

۱۔ مأثورہ دعا یا حدیث: اُس دعا یا حدیث کو کہتے ہیں جو قدیم زمانے سے ایک شخص سے دوسرے شخص تک پہنچی ہے، منقول (فرہنگ فارسی)

۲۔ مسجع: وہ عبارت جس میں قافیہ کا اہتمام ہو۔

زیارت کی تہذیب کی تصحیح

تمدن ''ادب'' اور ''دانش'' کے معنی کے علاوہ ''ایک قوم کے آداب و رسوم کے مجموعہ'' کو بھی تمدن کہتے ہیں۔ زیارت کے تمدن سے ہماری مراد یہی آداب و رسوم ہیں جو ہر قوم و ملت اور ہر دین کے پیرو کے درمیان رائج ہے کہ ان کے اور شیعہ قوم کے ساتھ ایک اجمالی اور عمومی مقائسہ جو ان میں مرسوم ہے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ زیارت تمام اقوام و ملت میں ایک دیرینہ، قدیمی اور مروّج رسم ہے۔ پس ہم کہیں گے کہ تمام رسومات جو ہماری آدابِ زیارت میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ ہم عقیدہ ''مزور'' کے بارے میں رکھتے ہیں دوسروں سے بنیادی فرق ہے۔ کیونکہ اسلام ایک توحیدی دین ہے اور دوسرے ادیان کم و بیش شرک آلود۔ اطلاع کے لئے کافی ہے کہ عیسائیوں، زرتشتیوں اور بودائیوں کی عبادتگاہوں پر اور وہ تعظیم و تکریم جو وہ لوگ اپنے بزرگانِ دین کے مقابلے انجام دیتے ہیں؛ ایک نظر ڈالیں۔ اس وقت ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کتنی ہی زیارتیں شرک آلود ہیں کیونکہ (وہ لوگ) براہِ راست مزور کی ستائش اور انہیں قابل توجہ قرار دیتے ہیں یا خدائے سبحان کا بیٹا اور اُس سے وابستہ جانتے ہیں۔

ان کی عبادت وزیارت بھی خودساختہ ہے: بعض گیت اور نغمے کے ساتھ اپنے دینی رسومات انجام دیتے ہیں اور بعض اَوراد واذکار (۱) کے ساتھ جو معنوی وزن اور معرفتی اہمیت نہیں رکھتے، انجام دیتے ہیں۔ حتیٰ مسلمانوں کے درمیان بعض افراد اماکن متبرکہ کے دروازے اور ضریح کی جالی پر تالا لگاتے اور تاگے کے ذریعہ گانٹھ لگاتے ہیں جس سے ایک قسم کا توسل اور حاجت طلب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ البتہ یہ کام بیہودہ اور جعل کیا ہوا ہے اور ایک قسم کی اوہام پرستی ہے جسے ممنوع ہونا چاہئے۔

بہت افسوس کے ساتھ کہ یہ اوہام پرستی جو جہالت کے خاردار درخت کا پھل اور انسان کی کوتاہ نظری ہے جو زیارت کی رسومات میں بھی شامل ہوگئے اور یہ طبیعی امر ہے کہ تمام اقوام وملل کے درمیان قدیمی اور رائج رسم، زمانے کے ساتھ ساتھ تغییر وتحریف کا شکار ہو۔ بے شک عبادت اور زیارت کے خالص چشمے (جو انسانی فطرت کی گہرائی سے جاری ہوتے ہیں)، ہر قوم کے اطوار وافکار کی سرزمین سے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے شخصی نظریات، رسومات، آداب بھی اس میں گھل مل گئے اور عبادت و زیارت کی ابتدائی پاکیزگی اور خلوص سے دور ہوگیا۔

رسولوں کو بھیجنے اور کتبِ آسمانی نازل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب یہی خدا کی عبادت اور دینی رہنماؤں کے احترام کرنے کے آداب کے طریقے کی تصحیح کرنا ہے اور

۱۔ اَوراد: وِرد کی جمع ہے اور اَذکار: ذکر کی جمع

انسان کے اضافہ کردہ وہ اوہام آداب اور شرک آلود اعمال کو صاف کرنے کے لئے رسول اور آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام کے توحیدی دین میں اس کے الٰہی رہنماؤں سے زیارت کے خاص آداب و رسوم بیان ہوئے ہیں جن میں تعلیمی نکتہ، خدا اور اس کا پیغام شامل ہے جو تزکیۂ نفس اور اصلاحِ معاشرہ میں مؤثر ہے۔

اوہام پرستی اور اسلام میں ان کی تصحیح کے نمونہ کے طور پر حج اور خانۂ خدا کی زیارت کے مراسم کا نام لیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں جس طرح سے آیا ہے کہ دوران جاہلیت میں خانۂ خدا میں اعراب کی نماز سیٹی اور تالی بجانے کے علاوہ کچھ نہ تھی۔(۱)

اِس آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ظہور اسلام سے قبل قریش خانہ کعبہ کے اطراف برہنہ چکّر لگاتے تھے، سیٹی اور تالی بجاتے تھے اور اس جاہلانہ عمل کو پروردگار کی دعا و تسبیح کی جگہ انجام دیتے تھے۔(۲) اسلام نے نماز کو ظاہری و باطنی حکیمانہ آداب و شرائط جسے ہم جانتے ہیں؛ تشریع فرمائی اور حج کو ایک مخصوص وقت میں مسلمینِ جہان کی ملاقات اور اجتماع کا وسیلہ قرار دیا تا کہ سب لوگ ایک سمت میں خداوند عالم کی بارگاہ میں نماز پڑھیں اور اسے ایک ساتھ پکاریں۔ اس زمان، مکان اور زبان کی

۱۔سورۂ انفال، آیت ۳۵

۲۔تفسیر مجمع البیان، ج ۴، ص ۵۴۰

اتحاد و یکجہتی اور خدائے واحد کی طرف عبادت میں مساوات اور یہ اتحاد دنیا کے پراکندہ مسلمانوں کی یکجہتی کا محرک قرار پائے اور اس مجمع کی برکت سے مزید قدرت و شوکت حاصل کریں، ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور عالمی کفر کے مقابل ایک ساتھ صف بستہ کھڑے ہو جائیں۔

اسی طرح آدابِ زیارت پر توجہ کرنا جو پہلے حصے میں نقل کیا جا چکا ہے، ہمیں فردی اور اجتماعی فوائد کی دور اندیشی بتا سکتا ہے اور باطنی آداب پر نظر ڈالنا جو زیارت کی روح ہے جس کی تشریح گزر چکی ہے جو ہمارے اور دوسرے تمام مذاہب میں زیارت کے بنیادی فرق کو ثابت کرتی ہے، زیارت کے حصے میں ''زیارت: توحید کی جلوہ گاہ'' کی بحث توحید پرستی کی بلندی اور روشنی کو ہماری نظروں میں آشکار کرتی ہے، امامؑ کے اخلاق و رفتار سے تشبیہ دینا، انسان کے بلند نمونوں کے ساتھ ہم مثل ہونے میں ہماری مدد کرتی ہے۔

زیارتوں کے مفاہیم جو بیان ہوئے ہیں ثابت کرتے ہیں کہ ان بامعرفت کتابوں اور جو دوسرے اقوام پڑھتے ہیں ان میں ذاتی فرق اور حقیقی اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ ان کے اَوراد انسانی افکار کی پیداوار ہیں اور غالباً شرک آلود لیکن ماثورہ زیارتیں معدنِ علم اور ہدایتِ الٰہی سے حاصل ہونے کی وجہ سے وزن رکھتی ہیں جو معصوم کی زبان سے صادر ہوئی ہیں اور اس میں صرف پروردگار کی تکبیر و تسبیح ہے یا اس کی حجتوں پر سلام و صلوات جو انسان کی ہدایت و نجات کا وسیلہ ہیں، مشیتِ الٰہی نے ان کی شہادت کے بعد بھی ان کی پاک

قبروں کو رحمت و برکت کے نزول، دعا و حاجت کے قبول ہونے کی جگہ قرار دی ہے تا کہ نیازمندوں کا ملجأ اور محبوں کا مسکن بنے، ان کی فیاضی ہمیشہ قائم رہے، ان کی شہادت کے ساتھ ان کا مقصد، راستہ اور سیرت فراموش نہ ہونے پائے۔

مختصر یہ کہ اولیائے دین کی زیارت اور معصومین علیہم السلام کے ذریعہ پہنچی زیارتوں کو ان کے مزار پر پڑھنا تربیتی و معرفت آموز مکتب ہے کہ جس میں مزور کی تعظیم بھی ہے اور زائر کی تعلیم بھی۔ خدا کا ذکر و ثنا بھی ہے جو تمام نعمتوں کا ولی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ معصومین علیہم السلام کی معرفت بھی جو خود خداوند عالم کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہیں اور جو لوگ تربیت کے راستے میں امام ورہنما تلاش کرتے ہیں ان کے لئے مکمل ترین اسوہ ونمونہ ہیں۔

بے شک جو اپنے زمانہ کے امام کو پہچان لے(۱) اس نے اپنی زندگی کے عملی نمونہ اور بلند اسوہ کو پالیا اور وہ خانقاہی، صوفی یا مغربی تمدن کا پیرو نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تولاّ

۱۔امام کی معرفت کے بارے میں وہ حدیثیں جو ہم تک پہنچی ہیں انہیں ملاحظہ کرنے کے لئے رجوع فرمائیں:الاصول من الکافی، کتاب الحجة، بابُ من مات و لیس له امام من ائمة الهدیٰ، ج۱،ص۳۷۶۔

اس باب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق آیا ہے: جو شخص مرجائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچان سکے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے یعنی اس نے کفر و نفاق وگمراہی میں زندگی بسر کی اور اُسی حالت میں مرگیا۔

سے معصوم امامؑ کی پیروی کے لئے حرکت کرے گا اور معصوم امامؑ کی پیروی کرنا وہی صراط (۱) مستقیم ہے جو فردوس بریں اور آسمان و زمین کے پروردگار کی بارگاہ تک منتہی ہوتا ہے: ﴿وَ أَنَّ الیٰ رَبِّکَ المُنتَهیٰ ﴾''(۲) اور بیشک سب کی آخری منزل پروردگار کی بارگاہ ہے۔

ہم نے اس کتاب ''ذوق دیدار'' کو اختتام تک پہنچا دیا مگر کیا یہ ممکن ہے کہ اپنی رغبت و اشتیاق کے ذریعہ امام زمانہ حضرت حجۃ ابن الحسن المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت کا اظہار نہ کریں؛ وہ امامؑ جو ہمارے زمانے میں خدا کی رحمت وفیض کا ذریعہ ہیں۔(۳)

۱۔قابل ذکر ہے کہ لغت کی کتابوں اور زیارتوں میں ''امام'' کے معنی ''مقتدا'' اور وہ شخص جس کی پیروی کی جائے کے معنی کے علاوہ ''صراط'' کے معنی میں بھی آیا ہے (منتہی الارب: ام م)، جیسا کہ زیارت جامعہ کبیرہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: ''اَنتُم الصِّراطُ الأقوَمُ ''(سب سے سیدھا راستہ آپ ہی ہیں)۔

۲۔سورۂ نجم، آیت ۴۲

۳۔ولایت، خداوند عالم سے فیض حاصل کرنے اور دنیائے ہستی تک فیض پہنچانے کے درمیان ایک واسطہ و ذریعہ ہے اور یہ فیض تکوینی اور تشریعی دونوں کو شامل ہے۔اس بارے میں رجوع فرمائیں: خورشید مغرب، غیبت کے زمانے میں امام زمانہؑ کے وجود کے آثار ص ۲۳۱۔۲۳۵۔(بقیہ اگلے صفحہ پر)

وہ امامؑ جو خدا کی حجتوں میں آخری حجت اور وہ گراں بہا ذخیرہ ہیں جسے پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ اور دوسرے اماموںؑ نے آپ (عج) کے آنے کی بشارت دی ہے (۲) تا کہ اپنے ظہور سے سنتِ نبویؐ اور عدلِ علویؑ کو نافذ کریں اور اسلام کی عالمی حکومت قائم کریں۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ) یہ حقیقت (تھوڑے سے فرق کے ساتھ) ہانری کُربَن کے بیان میں جو مستشرق، محقق اور استاد فلسفہ ہے؛ اس طرح آئی ہے: ''....تنہا مذہبِ تشیع ہے جو نبوت کے حضرت محمدؐ پر ختم ہونے کو مانتا ہے لیکن ولایت کو جو ہدایت اور تکمیل [نفوس] کا رابطہ ہے آنحضرتؐ کے بعد اور ہمیشہ کے لئے زندہ و قائم جانتا ہے۔'' مکتب تشیع، شیعہ کے بارے میں استاد علامہ طباطبائیؒ کے پروفیسر ہانری کربن کے درمیان علمی مذاکرات، (سالانہ ۲، اردیبہشت ۱۳۳۹)، ص ۲۱

۲۔ بارہویں امام کی نہاں زندگی (قتل سے جان کی حفاظت کی وجہ سے) اور آپ کے ظہور کی بشارت کے بارے میں معتبر کتابیں جو مربوطہ آیتوں اور متواتر حدیثوں کی سند کے ساتھ لکھی گئی ہیں؛ بہت زیادہ ہیں جن میں سے چند اہم کتابیں جو چوتھی صدی ہجری سے لیکر موجودہ زمانہ تک مخصوص ہیں؛ ان کا ذکر کرتے ہیں: کتاب الغیبة، محمد بن ابراہیم نعمانی، (چوتھی صدی کے مشہور عالم)، کمال الدین و تمام النعمة، ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی (متوفی ۳۸۱)، کتاب الغیبة، ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰)، المهدی، سید صدر الدین صدر کہ جس میں تمام روایتیں اہل سنت سے بیان ہوئی ہیں، منتخب الأثر فی الامام الثانی عشر، آیت اللہ لطف اللہ صافی گلپایگانی جس میں شیعہ اور اہل سنت دونوں کی روایتیں موجود ہیں۔

کتابنامه

قرآن مجید

آیتی، محمد ابراهیم، **تاریخ پیامبر اسلام** ، تـجدید نظر ڈاکٹر گرجی، مطبوعه دانشگاه تهران، **۱۳۶۱**ش.

ابن اثیر، **اُسدُ الغابة فی معرفة الصحابه**، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت.

ابـن قـولَـوَیه، ابوالقاسم جعفر بن محمد قولوَیه، **کامل الزیارات** ، تصحیح عبد الحسین امینی، نجف، **۱۳۵۶**ق.

ابن منظور، **لِسانُ العرب**، تحقیق علی شیری، ۱۸ جلد، دار احیاء التراث العربی، **۱۴۰۸**ق.

امیـنـی، عبد الحسین، **الـغدیر**، طبـع چهـارم، ۱۰ جـلـد، دار الکتب الاسلامیه، تهران، **۱۳۷۲**.

بـرهان، محمد حسین بن خلف تبریزی، **برهان قاطع** ، ۵ جـلد، به اهتمام ڈاکٹر محمد معین، امیر کبیر.

بیهـقـی، ابوالـفضل محمد بن حسین، **تـاریخ بیهقی** ، تـصـحیح ڈاکٹر فیاض، دانشگاه فردوسی، مشهد.

جرجانی، میر سید شریف علی بن محمد، **التعریفات** [کتاب التعریفات]، ناصر خسرو، افست.

حرّانی، حسین بن علی بن حسین شُعبة، **تُحفُ العقول**، تصحیح و ترجمه غفّاری، کتاب فروشی اسلامیه، ۱۳۸۴ق.

الحُرّ العاملی، محمد بن حسن، **وسائل الشیعه الیٰ تحصیل مسائل الشریعة**، بیروت، **۱۳۹۱**ق.

حکیمی، محمد رضا، **خورشید مغرب**، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، **۱۳۶۰**.

الخوری الشّرتوتی اللبنانی، سعید، **أقربُ الموارد فی فُصحِ العربیة و الشوارد**، چاپ افست رشدیه.

دهخدا، علی اکبر، **لغت نامه**، ۱۴ جلد، انتشارات و چاپ دانشگاه تهران، پاییز ۱۳۷۳.

رامپوری، غیاث الدین محمد، **غیاث اللغات**، به کوشش ڈاکٹر محمد دبیر سیاقی، کانون معرفت.

سَمهودی، نور الدین، **وفاءُ الوفا بأخبارِ دارِ المصطفیٰ**، طبع چهارم، مصر.

السیوطی، جلال الدین عبد الرحمان، **الدُّر المنثور فی التفسیر بالمأثور**، طبع افست، مطبعه اسلامیه.

شُبَّر، السید عبد اللّٰه، **الأنور اللّامعة فی شرح الجامعة**، مطبعة الغَرِیّ، نجف.

شریعتی، محمد تقی، **تفسیر نوین**، شرکت سهامی انتشارات، **۱۳۴۶**.

صافی گلپایگانی، لطف اللّٰہ، **منتخبُ الأثر فی الاِمام الثانی عشر** (عج)، نشر الکتاب، تهران، **۱۳۸۵**ق.

الصدر، السید صدر الدین، **المَهدی**، مطبعۂ عالی تهران، تاریخ المقدمه **۱۳۶۰**ق.

الصدوق، ابوجعفر محمد بن علی بن بابوَیه القمی، **عیونُ أخبار الرضاؑ**، تصحیح مهدی الحسینی اللاجوردی، دار العلم، قم، **۱۳۷۷**ق.

صفی پور، عبد الرحیم، **مُنتهی الأرب فی لُغةِ العرب**، کتاب فروشی اسلامیه و ابن سینا، افست، **۱۳۷۷**ق.

الطباطبائی، السید محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القرآن**، ۲۰ جلد، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت، **۱۳۹۳**ق.

طباطبائی، محمد حسین، **مکتب تشیُّع**، شیعه کے بارے میں ہانری کُربن کے ساتھ علمی مذاکرات، سالانه ۲، **۱۳۳۹**ش.

الطبرِسی، الفضل بن الحسن، **مجمع البیان فی تفسیر القرآن**، دار المعرفة، بیروت، **۵** جلد.

الطوسی، ابو جعفر محمد بن الحسن، **کتابُ الغیبة**، مکتبة نینوی الحدیثَه، تهران، افست **۱۳۹۸**ق.

فیض الاسلام، سید علی نقی، **ترجمه و شرح نهج البلاغه**، ۲ جلد، چاپخانه آفتاب، ۱۳۲۶ش.

فیض کاشانی، محمد بن المرتضی المدعوّ بالمحسن، **الصافی فی تفسیر القرآن**، ۵جلد، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۰۲ق.

قمی، شیخ عباس، **مفاتیح الجنان** (کلیّات)، کتاب فروشی اسلامیه.

کلیددار، ڈاکٹر عبد الجواد، **تاریخ کربلا و حائر حسینؑ**، ترجمه محمد صدر هاشمی، کتاب فروشی ثقفی، اصفهان، ۱۳۳۷.

الکلینی الرازی، محمد بن یعقوب، **الاصول من الکافی**، ۲ جلد، دار الکتب الاسلامیه، تهران.

الکلینی، محمد بن یعقوب، **اصول کافی**، ٤ جلد، ترجمه و شرح ڈاکٹر سید جواد مصطفوی، دفتر نشر فرهنگ اهل بیت، تهران.

مجلسی، محمد باقر، **بحار الأنوار**، ۱۱۰ جلد، بیروت، دار التراث العربی، ۱۴۰۳ق.

مسلم بن حجّاج، **صحیح مسلم** بشرح النَووی، بیروت، دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ق.

مطهّری، مرتضی، **عدل الهی**، حسینیهٔ ارشاد، تهران، ۱۳۴۹.

مطهّری، مرتضی، **زندگی جاوید یا حیات اُخروی**، قم، دفتر انتشارات اسلامی، ۱۳٦۲.